الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

عید مبارک

اپریل 2024

مسلم نوجوانوں میں شعور کا فقدان

اگر سروے رپورٹوں کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم قوم دنیا میں سب سے زیادہ ناخواندہ، پس ماندہ، غیر منظم، وقت کی ناقدری میں آگے، اپنے مستقبل کی پلاننگ میں پیچھے اور مذہبی احکام ور سوم کے فروغ کے امکانات کی تلاش میں انتہائی سست رَو ہے۔ اور جو ایجوکیشن سسٹم کا حصہ ہیں اور ان میں اپنی قوم وملک کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی ہے لیکن وہ تربیت یافتہ نہیں ہیں، وہ خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور کوئی بڑا ان کی سرپرستی کرنے والا نہیں ہے یا ان کے پاس وسائل نہیں ہیں، اور جن کے پاس وسائل کی فراوانی ہے ان میں اس طرح کے کاموں کا جذبہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ نوجوان نسل کی تربیت کے لیے کسی منظم کوشش کا نہ ہونا ان میں شعور کے فقدان اور آوارہ مزاجی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اس مسئلے پر ہمارے بڑوں کو سوچنا چاہیے اور سرپرستی کا حق ادا کرنا چاہیے۔ (توفیق احسن برکاتی)

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 48 شمارہ 4 | اپریل 2024ء | شوال 1445ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِتعاون

قیمت عام شمارہ	30 روپیے
سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک)	300 روپیے
سالانہ (بذریعہ رجسٹری)	600 روپیے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ — مسلم نوجوانوں میں شعور کا فقدان — توفیق احسن برکاتی — 5

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن — قرآنی آیات میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں (آخری قسط) — مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری — 7

فقہیات

آپ کے مسائل — کیا فرماتے ہیں علماے دین؟ — مفتی محمد نظام الدین رضوی — 13

نظریات

فکر امروز — ایمان اور عملِ صالح والا کون؟—خطاب حضرت علامہ محمد احمد مصباحی — غیاث الدین احمد عارف مصباحی — 15

اسلامیات

شعاعیں — عید الفطر خاص عطیۂ الٰہی — حافظ افتخار احمد قادری — 20

شخصیات

یادرفتگاں — حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — سید ابوبکر مصطفیٰ قادری — 22

انوارحیات — عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری کا علمی ذوق (آخری قسط) — ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی — 24

اساطین تصوف

ذکر جمیل — حضرت مخدوم اعظم کاسانی قدس سرہ — مہتاب پیامی — 29

بزم دانش

فکر و نظر — دنیا میں اسلام کی مقبولیت — ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ/ڈاکٹر محمد طیب خان سنگھانوی — 32

بزم خواتین

چراغ خانہ — ماں اولاد کے لیے رول ماڈل — مفتیہ ریشماں خانم — 36

ادبیات

گوشۂ ادب — محسن کاکوروی کا قصیدہ مدیح خیر المرسلین — ڈاکٹر عاکف سنبھلی — 38

نقد و نظر — حضرات القدس — شاہ محمد انور علی سہیل فریدی — 45

مکتوبات

صداے بازگشت — جاوید اختر بھارتی/محمد عبد الباری نعیمی اعظمی/سحر اسعد — 50

سرگرمیاں

عالمی خبریں — غزہ میں 2 ایٹم بم جتنا بارود استعمال کیا گیا/گستاخ قرآن کی سویڈن سے ملک بدری/اسرائیلی قانون ساز گیڈون سار مستعفی/غزہ میں 212 اسکولوں کو نشانہ بنایا گیا/اسرائیلی فوج اسکولوں کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے — 53

خیر و خبر — یوپی مدرسہ بورڈ قانون کو ہائی کورٹ نے رد کیا/مبالغہ آرائی معاشی ترقی میں بڑی رکاوٹ/21 واں عرس شہید راہِ مدینہ/فلسطینیوں کو ان کے وطن کے حق سے محروم کر دیا گیا — 56

منظومات

خیابان حرم — نظم و نعت — قمر جیلانی خان/مولانا محمد طفیل احمد مصباحی — 58

مسلم نوجوانوں میں شعور کا فقدان
مسئلہ ہے سوچنے کا

توفیق احسن برکاتی

نوجوان کسی بھی قوم وملک کا قیمتی اثاثہ اور اس کے مستقبل کا معمار ہوتا ہے۔ قوم وملت کے عروج وزوال اور ترقی وتنزلی میں نوجوانوں کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے، کسی بھی انقلاب کا بیج پہلے پہل انھی کے دماغ میں پھوٹتا ہے پھر زمین پر نمو پذیر ہوتا ہے۔ نوجوان نسل کی بلند خیالی، جفاکشی، اچھی سوچ اور تعلیمی وتنظیمی مزاج کا راست اثر اس کی قوم کے افراد پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا دانش ور طبقہ نوجوانوں کی کاؤنسلنگ کرتا ہے، ان کی زندگی کا قبلہ درست رکھنے کا ہر ممکن جتن کیا جاتا ہے اور مذہبی وقومی تہذیب وثقافت کا اجالا ان کے ذہن وفکر میں بھر دیا جاتا ہے، ان کی تعلیمی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی پلاننگ ہوتی ہے، ساتھ ہی قوم وملک کی خدمت کا جذبہ ان کے دلوں میں ہر آن زندہ وتابندہ رکھا جاتا ہے تاکہ جیسے جیسے ان کی زندگی آگے بڑھے اور وہ نوجوانی کا دور پار کر کے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھیں اور ان کی عملی زندگی شروع ہو تو ان کا دل خود ہی اپنی قوم، اپنے ملک کے لیے کچھ کرنے کو چاہے اور ان کا دماغ پلان بنائے۔ انھیں یہ سوچنے کا موقع نہ ملے کہ ابھی مجھے اپنی زندگی کا مزہ لوٹنا ہے یا ابھی کچھ سال میں اپنی زندگی کی امنگوں کے شیش محل میں گزارنا چاہتا ہوں۔

برسوں کی محنت ومشقت کے بعد جب ایسا جوان تیار ہو جاتا ہے تو وہ زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی آفاقی سوچ، بلند کردار، عملی تگ ودو اور تعلیمی ہنر مندیوں کے متوازن استعمال سے تاریخی کارنامے انجام دینا شروع کر دیتا ہے۔ وہ اپنی مذہبی ثقافت اور ملکی شناخت کا ایک حوالہ بن جاتا ہے، وہ اپنی قوم کا نام اونچا کرتا ہے اور اپنے ملک کا نام بھی روشن کرتا ہے۔ دنیا بھر میں آباد لاکھوں ایجوکیشن سوسائٹیوں، علوم وفنون کی دانش گاہوں، تربیتی مراکز اور ذہن سازی کے اداروں میں یہ کام کافی اہتمام ونظم کے ساتھ انجام پا رہا ہے اور اچھی نوجوان نسلیں پروان چڑھ رہی ہیں جن کی ذات سے دنیا کو کافی امیدیں وابستہ ہیں۔ یہ کام دنیا کی ہر قوم اور ہر دھرم کے ماننے والے کر رہے ہیں۔

اب رخ کرتے ہیں مسلم دنیا، مسلم قوم اور مسلم نوجوانوں کی جانب، کیا مسلم دنیا میں وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو دنیا میں ہو رہا ہے؟ کیا یہاں بھی نوجوانوں کو ایسے ہی تیار کیا جا رہا ہے جیسے دنیا کرتی ہے؟ کیا ان کی ذہن سازی کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم ہے؟ کیا زمانے کے سرد وگرم سے انھیں آگاہ کرنے کی کوئی منظم کوشش کی جاتی ہے؟ کیا ان کے ہاتھوں میں قوم وملت کے مستقبل کی پلاننگ کا چارٹ دیا جاتا ہے؟ کیا ان کے ذہن وفکر میں مذہبی ثقافت کے فروغ اور ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ بیدار کیا جاتا ہے؟ کیا ان کی جسمانی وروحانی تربیت کا کوئی معقول انتظام کیا جا رہا ہے؟ ہمیں ان سوالوں کا جواب ڈھونڈنا ہوگا۔ یہ سوالات عام ذہنوں کی پیداوار ہیں جن کا کوئی معقول جواب نہیں بنتا۔ اگر کہیں کچھ ہے بھی تو مسلم نوجوانوں کی تعداد کے اعتبار سے وہ کوشش اور انتظام پانچ، سات فیصد سے زیادہ نہیں۔

اگر سروے رپورٹوں کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم قوم دنیا میں سب سے زیادہ ناخواندہ، پس ماندہ، غیر منظم، وقت کی ناقدری میں آگے، اپنے مستقبل کی پلاننگ میں پیچھے اور مذہبی احکام ورسوم کے فروغ کے امکانات کی تلاش میں انتہائی سست رَو ہے۔ اور جو ایجوکیشن سسٹم کا حصہ ہیں اور ان میں اپنی قوم وملک کے لیے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی ہے لیکن وہ تربیت یافتہ نہیں ہیں، وہ خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں اور کوئی بڑا ان کی سرپرستی کرنے والا نہیں ہے۔ یا ان کے پاس وسائل نہیں ہیں اور جن کے پاس وسائل کی فراوانی ہے ان میں اس طرح کے کاموں کا جذبہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ نوجوان نسل کی تربیت کے لیے کسی منظم کوشش کا نہ ہونا ان میں شعور کے فقدان اور آوارہ مزاجی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اس مسئلے پر ہمارے بڑوں کو سوچنا چاہیے اور سرپرستی کا حق ادا کرنا چاہیے۔

تعلیم وتربیت سے دوری اور شعور کی کمی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ دنیا سائنس وٹیکنالوجی کی ہوش رُبا ترقی کا رعب ذہنوں پر مسلط

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کرتی ہے اور مسلم نوجوان غیر شعوری طور پر بہت جلد ان کا اثر قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ یہ خیال نہیں آتا کہ ہماری زندگی پر اس کا منفی اثر بھی پڑ سکتا ہے۔ یعنی ہمارا جوان متاثرین کی فہرست میں اول نمبر پر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ان نوجوانوں میں ذہانت کی کمی ہے، وہ دماغی اعتبار سے کمزور ہیں یا اپنے کارناموں سے وہ دنیا کو متاثر نہیں کر سکتے۔ اگر وہ ٹھان لیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں، وہ کسی بھی مقابلہ جاتی امتحان میں شریک ہو کر کامیابی کا پرچم بلند کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ کسی طرح کا انقلاب بھی لانے کی سکت رکھتے ہیں اور ہر طرح کی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا کب ہوگا؟ جب انھیں ٹرینڈ کیا جائے گا، ان کی کاؤنسلنگ کی جائے گی، ان کے ذہنی معیار کو جانچ کر مناسب کام میں لگایا جائے گا، انھیں وقت کی قدر وقیمت سے آگاہ کیا جائے گا، انھیں ان کی ذات کی عظمت بتائی جائے گی۔

یاد رکھیں! ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی اور ہر چمکتے صحرا میں پانی نہیں ہوتا، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ جو چیز چمکتی ہے اس کے سونا ہونے کا گمان ہوتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے، دوڑتی ہے اور اسے پانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن معیار کی جانچ پرکھ آج بھی ہوتی ہے اور جو اپنا معیار اونچا کر لے جاتا ہے وہاں متعصب دنیا بھی ہتھیار ڈال دیتی ہے، یہ ایک تلخ سچائی ہے۔ اس لیے یہ سوچنا انتہائی غلط ہے کہ پڑھ لکھ کر کیا ہوگا؟ نوکری کہاں ملنے والی ہے؟ ہمیں یاد رکھنا ہوگا کہ تعلیم کا مقصد صرف سرکاری ملازمت ہرگز نہیں، ایک اچھا انسان بننے کے لیے بھی تعلیم کی ضرورت ہے۔ ہمارا نوجوان اپنے پختہ معیاری تعلیم سے دنیا کے متعصب ذہنوں میں بھی اپنے وجود کی عظمت کی روشنی پہنچا سکتا ہے۔

آج ہم مسلم محلوں اور گلیوں کا حال دیکھتے ہیں تو رونا آتا ہے، ہمارا نوجوان طبقہ صحت میں انتہائی کمزور، وقت برباد کرنے میں انتہائی تیز، موبائل میں دھنسا ہوا، کھیل میں پٹا ہوا، وضع قطع میں ایکٹر اور زندگی میں زیرو، محنت سے گریزاں اور کرشموں کا منتظر، اپنی دنیا چھوڑ، دوسروں کی زندگی پر تبصرہ، حکومت سے نالاں اور حکومتی چاروں پر ٹکا ہوا، ماضی سے لاتعلق، حال میں نادار اور مستقبل سے بے پرواہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب شعور کے فقدان کا شاخسانہ ہے۔ حالاں کہ اب دنیا کو نہ نوجوانوں کے اچھے لباس، مہنگے موبائل، بیش قیمت گاڑی، نایاب چشمے، پھٹی پتلون، بے ہنگم گریبان کی پرواہ ہے اور نہ ہی اس کی چال ڈھال پر توجہ دینے کا وقت۔ یہ ہماری سخت غلط فہمی ہے کہ دنیا ہم پر توجہ دیتی ہے اور ہماری فیشن ایبل زندگی دیکھ کر رشک یا حسد کرتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ دنیا کو آپ کی کوئی فکر نہیں ہے، آپ کیا کرتے ہیں اس سے انھیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں! وہ اپنی نجی مجلسوں میں آپ کی ناگفتہ بہ حالت پر سنگین تبصرہ ضرور کرتے ہیں، آپ کی سادہ لوحی پر طنز کستے ہیں، آپ کی دنیاوی زندگی پر منفی خیال لاتے ہیں۔ نقصان کس کا ہے؟ ان کا یا ہمارا؟

اب دنیا کافی اسمارٹ ہو چکی ہے اور انسان شعور کی طاقت کا استعمال کر کے آسمان پر کمندیں ڈال رہا ہے اور سمندر کی تہوں میں اتر کر قدرتی خزانوں کی تلاش میں مشغول ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی ہوش ربا ترقیوں نے انسانی سوچ کی دھارا بدل کر رکھ دی ہے۔ اب وہی قوم زندہ رہے گی جو جفاکشی، مشقت اور جدوجہد میں قابل رشک مشغولیت دکھائے، ایجوکیشن، ہنر، تجارتی انسلاک اور سیاسی امور میں حد درجہ حساس ہو، اس کا تخیل عمدہ اور انتہائی وسیع ہو۔ بہ قول ڈاکٹر اقبال: ”قوموں کی حیات ان کے تخیل پہ ہے موقوف“۔

اس لیے مذہبی علوم و فنون کے ماہرین ہوں یا جدید عصری علوم کے تعلیم یافتگان ان سب کو اپنے گھروں میں، محلوں، شہروں میں نوجوان نسل کی تربیت کا مناسب انتظام کرنا ہوگا، ان کے شعور کی طاقت کو بیدار کرنا ہوگا، ذاتی زندگی سے آگے آکر قوم وملت کی فلاح وصلاح کا انتظام کرنا ہوگا، نوجوانوں کو جذباتی نہ بنا کر ٹھوس، مضبوط اور منضبط تعلیمی سلسلوں سے منسلک کر کے قدآور بنانا ہوگا، ان کے ذہن میں یہ بات بٹھانی ہوگی کہ تم ایک قوم کا فرد ہو اور تمھاری ہر کمزوری قوم وملت کی طاقت پر اثر انداز ہوگی، تم کمزور وناقص ہوئے تو قوم کا بھی وہی حال ہوگا۔ ہماری ایک شناخت مسلمان ہونے کی ہے، ایک ہندوستانی ہونے کی بھی، یہ بھی یاد رہے کہ ہم ایک مہذب قوم کا حصہ ہیں، اس لیے ہمارا کوئی کام ایسا نہ ہو جس سے ہمارا تشخص متاثر ہو، ہماری پہچان خراب ہو اور ہماری تہذیب وثقافت مجروح ہو۔

ہمارا نوجوان زندگی کے ہر میدان کا فاتح بن سکتا ہے اور اس کی ضرورت واہمیت تسلیم بھی کی جائے گی لیکن شرط ہے کہ وہ اپنا معیار اونچا اور اپنی ذات کی عظمت باقی رکھے۔ وہ زندگی کا ہر مسئلہ حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور علم وفن کی ہر چوٹی کو سر کر سکتا ہے۔ مسئلہ مذہبی ہو یا سماجی، سیاسی وملکی، علم وفن زبان سے مربوط ہوں یا شریعت وسماج سے یہ نوجوان اس کی اہمیت کو سمجھ کر اسے حاصل کر سکتا ہے، بس تدبر وشعور کا بروقت استعمال ہو اور ذہن اس مسئلے کی حساسیت کو سمجھے۔ ✻✻✻

تفہیم قرآن

آخری قسط

قرآنی آیات میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

دوسرے مقام پر استثنائی صورت کے ساتھ فرمایا:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

(سورۂ اعلیٰ: 7)

یعنی ہم آپ کو قرآن اس طرح پڑھائیں گے کہ کبھی آپ کے دل سے محو نہیں ہوگا، مگر جو اللہ چاہے۔

اس دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے قلب مبارک سے کبھی کوئی آیت محو نہیں ہوگی، ہاں جب اللہ کسی آیت کو منسوخ کرنا چاہے تو وہ آیت آپ کے قلب سے محو کر دی جائے گی۔

سورۂ قیامہ میں مطلقاً حفظ کا ذکر ہے، جب کہ سورۂ اعلیٰ میں منسوخ التلاوت آیات کے علاوہ باقی آیات کے محفوظ رہنے کا ذکر ہے، لیکن ان دونوں آیات میں تعارض نہیں مانا جائے گا، کیوں کہ استثنائی حکم ہر دو آیات میں ملحوظ ہوگا۔

(4) ایک واقعے کے کئی پہلو ہوتے ہیں، یا یوں کہ لیجیے کہ ایک حقیقت کئی مراحل سے گزر کر سامنے آتی ہے، ایسے تفصیلی واقعات کے بیان میں سارے مراحل بیان نہیں کیے جا سکتے تو حسب موقع کبھی کسی مرحلے کا ذکر ہوتا ہے، اور کبھی کسی مرحلے کا، اصل واقعہ کے ساتھ مراحل کے اختلاف کے باعث آیات کو باہم متعارض نہیں مانا جائے گا، کیوں کہ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد ہی نتیجہ سامنے آتا ہے، تو نتیجے کے ساتھ کسی بھی مرحلے کا ذکر کیا جا سکتا ہے، اور حسب موقع اس میں تنوع بھی ہو سکتا ہے، اس کی سب سے واضح مثال حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ ہے، قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام کے مادۂ تخلیق کے طور پر بہت سی چیزوں ذکر فرمایا، جن میں تُرَاب، طِیْن، طِیْنٍ لَّازِبٍ، صَلْصَالٍ وغیرہ ہیں، مادۂ تخلیق میں اختلاف کے باعث آیات کو متعارض نہیں مانا جائے گا، کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی وجود ان تمام مراحل سے گزر کر تشکیل پایا ہے، لہٰذا یہ آیات کا تعارض نہیں، بلکہ مراحل کی تفصیل ہے، کیوں کہ ہر آیت ایک اہم مرحلے کی نشان دہی کر رہی ہے۔

(5) دو آیتوں میں تعارض یا دو جملوں میں تناقض کے لیے آٹھ شرطیں، جب یہ شرطیں پائی جائیں تبھی تعارض معتبر ہوگا، ورنہ نہیں ہوگا، وہ آٹھ شرطیں یہ ہیں:

(1) وحدت موضوع: یعنی دونوں جملوں کا موضوع ایک ہو، لہٰذا زید کھڑا ہے، اور عمرو کھڑا نہیں ہے، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ وحدت موضوع نہیں ہے۔

(2) وحدت محمول: یعنی دونوں جملوں کا محمول ایک ہو، لہٰذا بکر عالم ہے، اور بکر شاعر نہیں ہے، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ دونوں میں وحدت محمول نہیں ہے۔

(3) وحدت زمان: یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو، لہٰذا آج بارش ہو رہی ہے، اور کل بارش نہیں ہو رہی تھی، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ وحدت زمان مفقود ہے۔

(4) وحدت مکان: دونوں کا مکان ایک ہو، لہٰذا امام صاحب مسجد میں ہیں، اور امام صاحب بازار میں نہیں ہیں، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ وحدت مکان متحقق نہیں ہے۔

(5) وحدت قوت و فعل: یعنی دونوں عملی یا امکانی طور پر مصروف عمل ہوں، لہٰذا زید یہ کام اس وقت کر سکتا ہے، اور زید اس وقت یہ کام نہیں کر رہا ہے، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ قوت و فعل میں اتحاد نہیں ہے۔

(6) وحدت جز و کل: یعنی دونوں جملوں میں جزئی یا کلی طور پر یگانگت ہو، لہٰذا رات کا کچھ حصہ روشن ہے، اور کچھ روشن نہیں ہے، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ وحدت جز و کل متحقق نہیں ہے۔

(7) وحدت شرط: دونوں جملوں کی شرط ایک ہو، لہٰذا زید غصے کے وقت بے قابو ہو جاتا ہے، اور سنجیدگی کے وقت بے قابو نہیں ہوتا ہے، میں تعارض نہیں ہوگا، کیوں کہ وحدت شرط موجود نہیں ہے۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(8) وحدت نسبت: یعنی دونوں جملوں کی نسبت ایک ہو، لہٰذا زید عمرو کا بیٹا ہے، اور زید خالد کا باپ ہے، میں تعارض نہیں ہے، کیوں کہ وحدت نسبت نہیں ہے۔

ان آٹھوں شرائط کے متحقق ہونے کی صورت ہی میں تعارض ہوگا، ورنہ نہیں ہوگا، آپ دیکھیں گے کہ آنے والے شبہات میں اکثر مقامات پر شرائط تعارض نہ پائے جانے کی وجہ تعارض ختم ہوجائے گا۔

شبہات اور ان کے جوابات: اب آئیے ظاہری تعارض پر مشتمل آیات اور ان کے جوابات کی طرف رجوع کرتے ہیں:

پہلا شبہہ: کلمات قرآن میں تبدیلی کے حوالے سے آیتیں واضح طور پر متعارض نظر آتی ہیں، کسی مقام پر فرمایا کہ آیتوں میں تبدیلی ممکن نہیں، اور کسی مقام پر فرمایا کہ آیتوں میں تبدیلی ہو سکتی ہے، بلکہ ہوتی ہے، فرمایا:

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

(سورۂ نحل: 101)

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدل کر نازل کرتے ہیں اور اللہ جو نازل کرتا ہے اسے خوب جانتا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ آپ تو خود سے بنا لیتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔

اس آیت کے مطابق آیات میں تبدیلی ہوتی ہے، جب کہ دوسرے مقام پر ہے کہ تبدیلی نہیں ہو سکتی، فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (سورۂ یونس: 64)

دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ان کے لیے خوش خبری ہے، اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس معنی کی مؤید وہ آیتیں بھی ہیں جن میں بتایا گیا کہ کوئی آیات کو بدل نہیں سکتا، فرمایا:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (سورۂ انعام: 115)

صداقت و انصاف کے اعتبار سے تمھارے رب کی بات پوری ہوگئی، اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں، اور سننے اور جاننے والا ہے۔

ان آیات کو پڑھنے کے بعد واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ قرآنی آیات میں تبدیلی کے باب میں آیتیں متعارض ہیں۔

شبہے کا ازالہ: مذکورہ بالا آیات میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں ہے، اس لیے کہ تعارض کے لیے ضروری ہے کہ دونوں طرح کی آیات میں تبدیلی کا مفہوم ایک ہو، اور تبدیلی کرنے والے بھی ایک ہوں۔ دونوں طرح کی آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان آیات میں تبدیلی کے مفہوم کو بتانے والے کلمات میں لفظی مطابقت کے علاوہ اور کوئی وجہ اشتراک نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر کہا جا سکے کہ آیات میں تعارض اور منافات ہے۔ سورۂ نحل کی جس آیت میں تبدیلی کا ذکر ہے اس کی نسبت اللہ وحدہ لاشریک کی طرف ہے، فرمایا: وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ۔ یعنی جب ہم ایک آیت کو بدل کر دوسری آیت لاتے ہیں۔ جب کہ باقی سورتوں میں تبدیلی کی نسبت بندوں کی طرف ہے۔ اب جب کہ دونوں آیات میں فاعل الگ الگ ہے تو تعارض کی شکل نہیں بن سکتی، تعارض اس وقت ہو سکتا ہے جب ایک آیت میں کہا جائے کہ ہم اپنی آیتیں بدل دیتے ہیں، اور دوسری آیت میں کہا جائے کہ ہم اپنی آیتیں نہیں بدلتے۔

جس طرح دونوں آیات میں فعل کی نسبت الگ ہے، بالکل اسی طرح ان میں فعل کی حقیقت بھی الگ ہے، سورۂ نحل میں اللہ کے لیے جس تبدیلی کا اثبات کیا گیا ہے اس سے مراد احکام کی منسوخی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور اس کی جگہ نیا حکم نازل فرماتا ہے۔ اور جن آیات میں بندوں کے لیے کلمات قرآنیہ میں تبدیلی کی نفی آئی ہے اس سے مراد تحریف، الحاق، اور حذف و اضافہ ہے کہ سارے افراد مل کر قرآن کی کوئی آیت، آیت کا کوئی جز، جز کا کوئی کلمہ، کلمہ کا کوئی حرف، بلکہ حرف کی کوئی حرکت نہیں بدل سکتے، اس وضاحت کی روشنی میں دونوں مقامات کی آیتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے جو کلام نازل کیا اسے کوئی بندہ اپنی مرضی سے بدل نہیں سکتا، ہاں اگر پروردگار عالم چاہے تو جو حکم اس نے نازل کیا اسے بدل کر دوسرا حکم نازل کر سکتا ہے۔

دوسرا شبہہ: ہم نے مان لیا کہ کوئی بندہ کلام الٰہی میں تبدیلی نہیں کر سکتا، صرف اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ مقررہ مدت ختم ہونے پر سابقہ حکم بدل کر دوسرا حکم نازل فرماتا ہے، لیکن اس پر بھی ایراد قائم ہوتا ہے، کیوں کہ اس باب میں بھی آیتیں متعارض نظر آتی ہیں، ایک آیت کہتی ہے کہ ہمارا قول نہیں بدلتا، فرمایا:

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○

(سورۂ ق: 29)

ترجمہ: میرے نزدیک بات نہیں بدلتی، اور نہ میں بندوں پر ظلم کرتا ہوں۔

جب کہ دوسری آیت کہتی ہے کہ ہم جو چاہتے ہیں بدل دیتے ہیں، فرمایا: یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ وَ عِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ ○ (سورۂ رعد:39)

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اصل نوشتہ اسی کے پاس ہے۔

ان آیات میں واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ اللہ کے لیے ایک جگہ تبدیلی کا اثبات ہے تو دوسری جگہ نفی ہے، یہ تعارض نہیں تو کیا ہے؟

شبہہ کا ازالہ: ان آیات میں لفظی تعارض بھی نہیں ہے، چہ جائیکہ حقیقی اور معنوی تعارض کا تصور کیا جائے، کیوں کہ سورۂ ق کی آیت میں قول کا ذکر ہے، جب کہ سورۂ رعد میں قول کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے، اسی طرح سورۂ ق کی آیت اخروی انجام سے متعلق ہے، جب کہ سورۂ رعد کی آیت تقدیر یا اس کے ایک گوشے سے متعلق ہے، واضح رہے کہ تقدیر جسے عربی میں قضا کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں: قضائے مبرم، شبیہ مبرم، قضائے معلق۔ قضائے مبرم نہیں بدلتی، شبیہ مبرم میں تفصیل ہے، اور قضائے معلق دعا اور اعمال صالحہ سے بدل جاتی ہے، معروف و متداول کتب تفاسیر میں محو و اثبات کے بہت سے مصداق بیان کیے گئے ہیں، جن میں درج ذیل تین مصداق قرین قیاس معلوم ہوتے ہیں:

(1) اس محو و اثبات سے مراد لوح محفوظ میں ترمیم اور تنسیخ ہے کہ اللہ لوح محفوظ میں جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اور جو چاہتا ہے بدل دیتا ہے، اس صورت میں آیت کا تعلق شبیہ مبرم سے ہوگا۔

(2) اللہ صحف ملائکہ میں جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اور جو چاہتا ہے بدل دیتا ہے، اس صورت میں آیت کا تعلق قضائے معلق سے ہوگا۔

(3) اللہ جو حکم چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اور جو چاہتا ہے بدل دیتا ہے، اس صورت میں آیت کا تعلق تبدیل شرائع اور نسخ احکام سے ہوگا۔

بہر صورت سورۂ رعد کی آیت میں محو و اثبات کے جتنے معانی بیان کیے گئے ہیں وہ یا تو تقدیر سے متعلق ہیں، یا اعمال نامے سے متعلق ہیں، یا پھر احکام کی منسوخی سے متعلق ہیں۔ جب کہ سورۂ ق کی آیت میں جس تبدیلی کا ذکر ہے اس کا تعلق وعدۂ الٰہی سے ہے، اور روز آخرت سے ہے، اور وہ یہ کہ جب کافروں کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا تو وہ اپنے گناہوں کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرائیں گے، اور خود کو بے قصور بتاکر دائمی عذاب سے نجات کی راہ تلاش کریں گے، اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم نے کافروں کے لیے جس دردناک عذاب کا فرمان جاری کیا ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ مبرم حقیقی ہے، اور ناقابل تغییر فیصلہ ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ دونوں مقامات کی آیات میں نہ ظاہری تعاض نہ معنوی اختلاف ہے۔

تیسرا شبہہ: بتوں کی نفع رسائی کے تعلق سے قرآنی آیات میں واضح تضاد نظر آتا ہے، قرآن کریم کی بیش تر آیات کا مضمون یہ ہے کہ بت نفع و ضرر کے مالک نہیں ہوتے، جب کہ ایک آیت یہ کہتی ہے کہ بتوں کا نقصان ان کے فائدے سے زیادہ قریب ہے، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ سورۂ حج میں دونوں طرح کی آیتیں ایک ساتھ وارد ہوئی ہیں، فرمایا:

یَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَ مَا لَا یَنۡفَعُہٗ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ. (سورۂ حج:12)

وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی بندگی کرتا ہے جو اسے نفع اور نقصان نہیں پہنچاسکتے، یہی بڑی دور کی گمراہی ہے۔

اس آیت میں بتوں کے نفع و ضرر کی نفی کر دی گئی، اس کے معًا بعد اگلی آیت میں فرمایا:

یَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّہٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِہٖ ؕ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰی وَ لَبِئۡسَ الۡعَشِیۡرُ ○ (سورۂ حج:13)

وہ ایسے کی عبادت کرتا ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے،، کیا ہی برا مددگار اور کیسا برا دوست ہے۔

اس طرح ان دونوں آیتوں میں واضح تعارض دیکھا جاسکتا ہے۔

شبہے کا ازالہ: اول نظر میں ان آیات میں تعارض معلوم ہوتا ہے، لیکن بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں کوئی تعارض نظر نہیں آئے گا، کیوں کہ کسی بھی فعل کے پیچھے ایک فاعل ہوتا ہے، پھر اس فاعل کے پیچھے کئی اسباب و محرکات ہوتے ہیں، اس طرح ایک فعل کئی اسباب و محرکات کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے، مزید یہ کہ جب ایک فعل کے کئی اسباب ہوسکتے ہیں تو ہر سبب کی طرف نسبت بھی کی جاسکتی ہے، فرق اتنا ہے کہ جب فعل کی نسبت فاعل کی طرف ہو تو وہ نسبت حقیقی ہوگی کہ فعل کو سرانجام دینے والا فاعل ہی ہوتا ہے، اور جب فعل کی نسبت فاعل کے علاوہ کسی سبب کی طرف ہو تو نسبت مجازی ہوگی کہ براہ راست فعل اس سے وجود میں نہیں آیا، البتہ یہ وجود فعل کا سبب بنا، اب جب کہ یہ حقیقت واضح ہوگئی

کہ فاعل اور سبب دونوں کی طرف نسبت درست ہے، اور یہ کہ دونوں الگ الگ ہوتے ہیں، تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سے فعل صادر نہیں ہوتا، لیکن وہ صدورِ فعل کا سبب بنتا ہے، ایسے مقامات پر ایجادِ فعل کی طرف نظر کرتے ہوئے فاعل سے فعل کی نفی کر دی جاتی ہے، اور سبب کی طرف نظر کرتے ہوئے فاعل کے لیے فعل کا اثبات کیا جاتا ہے، یہاں اثبات ونفی کی وجہ سے بظاہر تعارض نظر آئے گا، لیکن جہت بدلنے کے باعث حقیقی تعارض نہیں ہوگا، کچھ یہی صورت پیش نظر آیتوں میں ہے، آیت مبارکہ: يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ میں اصل فعل کی نفی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بت بے جان ہوتے ہیں، اسی لیے کسی کو نفع، نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور آیت مبارکہ: يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ۔ کا مطلب یہ ہے کہ بت نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں، البتہ نفع وضرر کا سبب ہوا کرتے ہیں، اور ان سے جتنا فائدہ نہیں ہوتا، اس سے زیادہ نقصان ہو جاتا ہے، کیوں کہ ان سے کچھ محدود مالی منافع ضرور حاصل ہو جاتے ہیں، لیکن ان سے محبت وعبادت کا جو دائمی عذاب ہے وہ دنیاوی منافع سے بہت زیادہ ہے، ان سے جو مادی فائدے حاصل کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی خرید وفروخت سے کچھ پھوٹی کوڑیاں مل جاتی ہیں، اسی طرح بت خانوں کے چڑھاوے سے کچھ کھانے کو مل جاتا ہے، لیکن یہ منافع بھی یقینی نہیں، اور بالفرض کسی کو حاصل بھی ہو جائیں تو دائمی نہیں، اس کے بالمقابل جو ان کو خدا ماننے اور ان کی عبادت کرنے کا انجام ہے وہ حتمی اور یقینی ہے، ہولناک اور دائمی ہے، اسی کی طرف قرآن نے اشارہ کیا کہ ان کی عبادت کے فائدے سے زیادہ ان کا نقصان ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ دونوں آیات میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔

چوتھا شبہہ: قرآن کریم نے آسمان وزمین کی تخلیق کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو ہموار کیا، لیکن سوال یہ ہے کہ آسمان پہلے بنا یا زمین؟ سورۂ فصلت میں فرمایا کہ ہم نے پہلے زمین بنائی، پھر آسمان کا قصد کیا، اور سورۂ نازعات میں فرمایا کہ ہم نے پہلے آسمان کو بلند کیا، پھر زمین کا قصد کیا، اس طرح ان دونوں سورتوں کی آیتوں میں نمایاں اختلاف اور واضح تعارض نظر آتا ہے۔

شبہے کا ازالہ: ان دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ سورۂ فصلت میں زمین کی تخلیق کا ذکر ہے جب کہ سورۂ نازعات میں زمین کو مسطح اور ہموار کرنے کا ذکر ہے، جب دونوں آیتوں کا مضمون الگ ہے تو تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ان دونوں مقامات کی آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو فرق خود بخود واضح ہو جائے گا، سورۂ فصلت میں ہے:

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ○ (سورۂ فصلت: 9-11)

کیا تم اس رب کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی، اور کیا تم اس کے لیے شریک ٹھہراتے ہو، جب کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس نے زمین میں اوپر سے پہاڑ نصب کیے، زمین میں برکت رکھی، اس میں ان کی روزی مقرر کی، یہ سب چار دن میں ہوا، پھر اس نے آسمان کا قصد کیا جب کہ وہ دھواں تھا، تو اس نے آسمان وزمین سے فرمایا: رغبت یا بے رغبتی کے ساتھ حاضر ہو جاؤ، تو دونوں نے کہا: ہم طاعت گزار بن کر حاضر ہیں۔ تو اللہ نے دو دنوں میں ان آسمانوں کو سات آسمان بنا دیا، اور ہر آسمان میں اس کے لیے حکم نازل فرمایا، اور آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کر دیا، اور اسے محفوظ کر دیا، یہ غلبہ وعلم والے رب کا حساب ہے۔

یہ چار آیتیں ہیں، جن میں شروع کی دو آیتوں میں زمین اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر ہے، جب کہ اخیر کی دو آیتوں میں آسمان اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر ہے، ابتدائی آیات میں زمین کی تخلیق کا صراحتاً ذکر کیا اور فرمایا: خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ یعنی ہم نے دو دن میں زمین بنائی، زمین کے بعد آسمان کا ذکر کیا، اور فرمایا: ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ۔ یعنی پھر آسمان کا قصد کیا۔

ان دونوں کلمات کا ماحصل یہی ہے کہ اللہ نے پہلے زمین بنائی، پھر آسمان کا قصد کیا، یہ مضمون، سورۂ نازعات کی آیات کے مضمون سے بالکل متصادم نہیں ہے، کیوں کہ سورۂ نازعات میں فرمایا:

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۪ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ (سورۃ النازعات:--27--30)

یعنی تمھیں بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان، اس نے آسمان بنایا،

اس کی چھت بلند کی، اور اسے ہموار کیا، اس کی رات تاریک کی، اور اس کی روشنی ظاہر کی، اس کے بعد زمین کو استوار کیا۔

سورۂ نازعات کی ان آیات کا بغور مطالعہ کریں، ان میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ نے آسمان کو بنانے کے بعد زمین کو ہموار اور مسطح کیا، یعنی سورۂ فصلت کی بیان کے مطابق آسمان سے پہلے زمین بنادی گئی تھی، لیکن مسطح اور ہموار نہیں تھی، تو خالق کائنات نے آسمانوں کی تخلیق کے بعد غیر مسطح زمین کو ہموار اور مسطح کیا، اور اسے قابل رہائش بنایا۔

سورۂ فصلت میں خَلَقَ الْاَرْضَ آیا ہے، جس کا معنی ہے: زمین بنائی، اور سورۂ نازعات میں دَحٰىهَا آیا ہے، جس کا معنی ہے: زمین ہموار کی، اب جب کہ دونوں آیات کے کلمات الگ، اور معانی بھی مختلف ہیں تو تعارض کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

پانچواں شبہہ: قیامت کے سلسلے میں قرآن کریم نے جو تفصیلات بیان کی اس میں جگہ جگہ تعارض نظر آتا ہے، کسی مقام پر ہے کہ خدا کے حضور سوال وجواب ہوگا، اور کسی مقام پر ہے کہ نہیں ہوگا، ایک آیت میں ہے: فَيَوْمَىٕذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّۚ (سورۂ رحمن: 39)

اس دن جن وانس سے ان کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے:

وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ○ (سورۃ القصص: 78)

اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔

ان دونوں آیات کا مضمون یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ مطلقاً جن وانس سے ان کے اعمال کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا، جب کہ ایک دوسری آیت میں ہے:

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَۙ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (سورۂ حجر: 93)

تمھارے رب کی قسم! ہم ان تمام افراد سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھیں گے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے:

وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ۔ (سورۂ صافات: 24)

یعنی انھیں روکو، ان سے سوال ہوگا۔

ان چاروں آیات کو پڑھنے کے بعد شبہ ہوتا ہے کہ مجرموں سے سوال ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو سوال کی نفی کرنے والی آیات کا کیا مطلب؟ اور اگر نہیں ہوگا تو سوال کا اثبات کرنے والی آیات کا کیا معنی؟

شبہے کا ازالہ: یہ بڑا قدیم اور مشہور اعتراض ہے، اور اس کا جواب بھی بڑا آسان اور واضح ہے کہ قیامت کا ایک دن، ایک دو دن کا نہیں پچاس ہزار سال کا ہوگا، اس طویل عرصہ میں کئی مواقف ہوں گے، موقف حشر، موقف انتظار اور موقف حساب وغیرہ، ہر موقف کا حال دوسرے سے مختلف ہوگا، کسی موقف میں سوال ہوگا، کسی میں نہیں ہوگا، موقف نشر وحشر اور موقف انتظار میں کسی سے کوئی سوال نہیں ہوگا، جب کہ موقف حساب وکتاب میں ضرور سوال ہوگا، مواقف کے اختلاف کے پیش نظر کہیں پرسش کا اثبات کیا اور کہیں نفی کی ہے، اور جب موقف بدل گیا تو تعارض بھی ختم ہو جائے گا، کیوں کہ تعارض کے لیے وحدت مکان ضروری ہے۔

علاوہ ازیں اس آیات کے تحت مفسرین کرام نے متعدّد اقوال پیش کیے ہیں، اور دفع تعارض کی نفیس توجیہات پیش کی ہیں، جن میں تین اہم اور اطمینان بخش توجیہات یہ ہیں:

پہلی توجیہ: جن آیات میں سوال کی نفی آئی ہے وہ قبروں سے اٹھائے جانے اور موقف حشر کے لیے ہانکے جانے سے متعلق ہیں کہ بغیر کسی سوال وجواب کے مجرموں کو موقف حشر میں جمع کر دیا جائے گا، اور جن آیات میں سوال کا اثبات ہے وہ بعد کے مراحل سے متعلق ہیں۔

دوسری توجیہ: مجرموں کی تلاشی اور اللہ کے حضور پیشی کے لیے مجرموں سے ان کا عمل پوچھ کر گرفتار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کے جرائم اور اعمال بد کے باعث ان کے چہرے تاریک، ان کی آنکھیں نیلی اور ان کے بدن سیاہ ہوں گے، اور گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوں گے، انھی علامتوں کی بنیاد پر عذاب کے فرشتے انھیں پکڑ لیں گے، اور خدا کے حضور سوال وجواب کے لیے پیش کر دیں گے، اس توجیہ کی تائید سورۂ رحمن کی اس آیت سے ہو جاتی ہے جو شبہے میں پیش کردہ آیت کے فوراً بعد ہے، فرمایا:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ○ (سورۂ رحمن: 41)

مجرموں کو ان کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر ان کی پیشانیوں اور قدموں کو ملا کر انھیں گرفتار کیا جائے گا۔

تیسری توجیہ: کسی بھی شخص سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تونے ایسا کیا یا نہیں کیا؟ کیوں کہ اعمال نامے میں سب کچھ درج ہوگا، اور چہروں سے حقیقت عیاں ہوگی تو سوال کی ضرورت نہیں ہوگی، البتہ مجرموں سے یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، اور ایسا کیوں نہیں کیا؟ تاکہ مجرم اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں، اور اللہ کے فیصلے کے لیے تیار ہوجائیں۔ اسی کو کتب تفاسیر میں اس انداز سے بیان کیا کہ یہ سوال استعلام نہیں، بلکہ سوال توبیخ ہے۔

بہر کیف جن آیات میں سوال کا اثبات ہے اس کا محل، نوعیت اور کیفیت الگ ہے، اور جن میں نفی ہے اس کا محل، نوعیت اور کیفیت الگ ہے، اور جب دونوں الگ الگ ہیں تو تعارض کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

چھٹا شبہہ: قیامت کے دن مجرموں کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں صاف تعارض نظر آتا ہے، اس لیے کہ ایک آیت میں ہے کہ مجرم آپس میں سوال نہیں کریں گے، فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ۔ (سورۃ المومنون:101)

جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہیں رہے گا، اور وہ نہ باہم سوال کریں گے۔

جب کہ دوسری آیت میں ہے کہ سوال کریں گے، فرمایا:

وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ۔

(سورۂ صافات:27)

وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال کریں گے۔

ان آیات میں واضح تعارض ہے، کیوں کہ ایک آیت میں ہے کہ باہمی سوال ہوگا، جب کہ دوسری آیت میں ہے کہ نہیں ہوگا۔

شبہے کا ازالہ: ان آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ سورۂ مومنون کی آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ نفخ صور کے وقت یا اس کے بعد باہمی سوال نہیں ہوگا، جب کہ سورۂ صافات کی آیت میں جس سوال کا ذکر ہے وہ جہنم کے فیصلے کے بعد کا ہے کہ جب جہنم کا فیصلہ ہوگا تو مجرم آپس میں سوال کریں گے، دنیا کے وعدے یاد دلائیں گے اور ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائیں گے۔ جب دونوں موقف الگ ہیں، اور دونوں کا زمانہ بھی الگ ہے تو تعارض نہیں مانا جائے گا۔

ساتواں شبہہ: قیامت کے دن اللہ کے حضور مجرموں کی پیشی اور رب کے حضور ان کی فریاد کے سلسلے میں جو تفصیلات بیان کی گئی اس میں بھی تعارض نظر آتا ہے، کہیں پر ہے کہ ان کو کلام کرنے اور عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، فرمایا:

هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ۝ وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ۝ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ (سورۂ مرسلات:35--37)

اس دن نہ وہ بات کرسکیں گے، اور نہ انھیں عذر خواہی کی اجازت ملے گی، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔

اور کہیں فرمایا کہ یہ اللہ سے کہیں گے کہ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا، سب کچھ دوسروں نے کیا تو اللہ فرمائے گا کہ خاموش ہوجاؤ، فرمایا:

قَالَ قَرِيۡنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطۡغَيۡتُهٗ وَ لٰكِنۡ كَانَ فِيۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ۝ قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوۡا لَدَيَّ وَ قَدۡ قَدَّمۡتُ اِلَيۡكُمۡ بِالۡوَعِيۡدِ ۝ (سورۂ ق:27-28)

اس وقت اس کا ساتھی کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا، بلکہ وہ خود ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ تو اللہ کا حکم ہوگا: میرے حضور جھگڑا مت کرو، میں تمھیں پہلے ہی وعید سے آگاہ کرچکا ہوں۔ اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ۝

(سورۂ زمر:31)

ترجمہ: پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

شبہے کا ازالہ: ان آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ دونوں طرح آیتیں الگ الگ مواقف سے تعلق رکھتی ہیں، اور موقف کے بدل جانے سے تعارض خود بخود ختم ہوجاتا ہے، ان آیات کے درمیان تطبیق کے ضمن میں ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ جن آیات میں مخاصمت کا ذکر ہے وہ زبان پر مہر کیے جانے سے پہلے کے واقعات سے متعلق ہیں، اور جن میں کلام اور عذر خواہی کی نفی ہے وہ مہر بلب ہونے کے بعد کے احوال سے متعلق ہے۔ اس توجیہ کے بعد تعارض کا امکان باقی نہیں رہتا۔

اس طرح ظاہری تعارض اور لفظی اختلاف پر مشتمل آیات کی ایک لمبی فہرست ہے، اگر ان آیات کا بغور مطالعہ کیا جائے، سیاق وسباق کی روشنی میں آیات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، اسلاف کرام اور مفسرین عظام کے واضح ارشادات سے مدد لی جائے تو کہیں کوئی تعارض نظر نہیں آئے گا، کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے کہ قرآنی آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہی اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ ◘◘◘

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

قربانی کے گوشت میں کون سا حصہ کھانا چاہیے؟

سوال: قربانی کے گوشت میں کون سا حصہ کھانا جائز ہے؟

جواب: قربانی کا گوشت ہو یا کسی اور حلال جانور کا ان میں بائیس ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جن کا کھانا حرام یا ممنوع یا مکروہ ہے۔ فقہاے کرام نے ان سے ممانعت فرمائی ہے، اور وہ اجزا یہ ہیں (1) رگوں کا خون (2) پتا (3) پھکنا (5-4) علامات مادہ و نر (6) بیضے (7) غدود (8) حرام مغز (9) گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں (10) جگر کا خون (11) تلی کا خون (12) گوشت کا خون کہ ذبح کے بعد نکلتا ہے (13) دل کا خون (14) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (15) پاخانہ کا مقام (16) اوجھڑی (17) آنتیں (18) نطفہ (19) وہ نطفہ کہ خون بن گیا ہو (20) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا ہو گیا ہو (21) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا (22) یا بے ذبح مر گیا۔

(فتاوی رضویہ، ج8، ص:327، مطبع رضا اکیڈمی ممبئی)

واللہ تعالی اعلم

قربانی کے جانور کی کھال مسجد میں دینا کیسا ہے؟

سوال: قربانی کے جانور کی کھال کی قیمت ہم مسجد میں دے سکتے ہیں یا اس کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

جواب: یہ سب کر سکتے ہیں، جائز ہے، کوئی حرج نہیں۔

حدیث پاک میں ہے: کلوا وادخروا و ائتجروا.

(سنن أبی داود کتاب الضحایا، ص:388)

قربانی کا گوشت کھاؤ اور جمع کر کے رکھو اور اجر و ثواب کے کام میں خرچ کرو۔

فقہاے کرام فرماتے ہیں کہ جو حکم گوشت کا ہے وہی کھال کا بھی حکم ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح. (فتاوی عالم گیری، ج5، ص301، الباب السادس، فی بیان مایستحب فی الأضحیۃ)

اور گوشت مذہب صحیح میں کھال کے درجے میں ہے۔

لہذا کھال کو ہر نیک اور ثواب کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو ڈائریکٹ کھال ہی مسجد کو دے دیں اور چاہیں تو کھال کی مناسب قیمت دیں۔ اور کھال اپنے کام میں لائیں یا اسے بیچ کر دام جمع کر دیں تینوں صورتیں جائز ہیں۔ فتاوی عالم گیری میں ہے:

ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ... ولو باعه. بالدراهم ليتصدق بها جاز، لأنه قربة كالتصدق كذا في التبيين اهـ. (فتاوی عالم گیری، ج5، ص 301، الباب السادس، فی بیان مایستحب فی الأضحیۃ)

کھال کو اپنے اوپر اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنے کے لیے نہ بیچے اور اگر روپے کو صدقہ کرنے کے لیے اس کے بدلے میں بیچا تو یہ جائز ہے اس لیے کہ یہ گوشت کے صدقے کی طرح کارِ ثواب ہے۔

ہاں اس بات کا لحاظ ضرور رہے کہ جہاں اس کی ضرورت زیادہ ہو وہاں دینا افضل ہے، عام طور سے مدارس کو ضرورت زیادہ ہوتی ہے تو مدارس میں دینے پر ثواب زیادہ ہے، لہذا افضل یہ ہے کہ قربانی کی کھالیں مدارس اہل سنت کو دیں۔ واللہ تعالی اعلم

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دے سکتے ہیں اور اس کو دعوت کر کے کھلا سکتے ہیں؟

جواب: قربانی کا گوشت "قرب الٰہی و عبادت" کا ایک حصہ ہے، اور اپنی عبادت میں غیر مسلم کو شریک نہیں کیا جاتا۔ مثلاً آپ ان سے یہ نہیں کہتے کہ میرے ساتھ تم بھی مسجد میں چل کر یا کہیں بھی نماز پڑھو، یا روزہ رکھو، یا زکات دو، تو یہاں بھی وہی روش اپنانی چاہیے۔

پھر ہمیں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیے جس سے ان کے مذہب و

عقیدے پر کوئی آنچ آئے اس لیے آپ تحقیق کر لیں کہ ان کے مذہب اور اعتقاد میں جانور کا ذبح اور گوشت خوری ہے یا نہیں ؟ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کا قول و عمل کیا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان کا مذہب اور عقیدہ کیا ہے۔ اور جو بھی ان کا مذہب و عقیدہ ہو اس میں دخل اندازی سے ہمیں بچنا چاہیے اس میں عافیت و خیر خواہی ہے۔ واللہ تعالی اعلم .

بال جھلس کر بکری کا پایہ مع چمڑہ کے کھانا

سوال: بال جھلس دینے کے بعد بکری کا پایا چمڑے کے ساتھ کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: جائز ہے۔ حلال جانور جب ذبح ہو گیا اور اس کا خون بہا دیا گیا تو اس کا پورا بدن پاک ہو گیا۔ یعنی اس کا گوشت بھی پاک ہو گیا اور کھال بھی پاک ہو گئی، اب خبیث چیزوں مثلاً آلہ تناسل، مثانہ وغیرہ کے علاوہ باقی گوشت پوست حلال ہے۔ لہذا گوڑی کو بال جھلس دینے کے بعد کھانا جائز و درست ہے اس میں کوئی کراہت و قباحت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

جھینگا کھانے کا حکم ؟

سوال: جھینگا کھانا کیسا ہے ؟

جواب: جھینگا مچھلی ہے یا نہیں اس بارے میں پرانے زمانے سے حکیموں کے درمیان اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کی تحقیق ہے کہ وہ مچھلی ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ مچھلی نہیں ہے۔ اب اس اختلاف کے سبب علما اور فقہا کہتے ہیں کہ جب اس کے مچھلی ہونے میں شبہہ ہو گیا تو اس سے بچنا چاہیے۔ دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے، اور باقی جانور حرام ہیں۔ اب اگر جھینگا واقع میں مچھلی ہے مگر کچھ اطبا کے اختلاف کی وجہ سے اس میں شبہہ پیدا ہو گیا اس لیے اس سے بچنا بہتر ہے۔ اگر کوئی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے، اس کو حرام نہیں کہا جائے گا، ہاں یہ مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہو گا۔ واللہ تعالی اعلم

بامی مچھلی کا حکم ؟

سوال: بامی مچھلی کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: مچھلی کوئی بھی ہو اس کو کھانا جائز ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے لیے دو مردے حلال کیے گئے، مچھلی اور ٹڈی۔ حدیث پاک میں ہے:

أحلت لنا ميتتان السمك والجراد .

(سنن ابن ماجہ، ص: 232، فیصل پبلشر)

واللہ تعالیٰ اعلم

کوئی خاتون شوہر کی اجازت کے بغیر حج فرض ادا کر سکتی ہے یا نہیں ؟

سوال: ایک خاتون شادی شدہ ہیں وہ اپنے کسی بھائی یا والد یا کسی اور محرم کے ساتھ حج کے لیے جانا چاہتی ہیں، مگر ان کو ان کے شوہر کی طرف سے اجازت نہیں ہے، وجہ خواہ کچھ بھی ہو دنیا کی محبت، یا پھر کسی اور وجہ سے، تو کیا وہ خاتون اپنا پہلا حج فرض شوہر کی اجازت کے بغیر کر سکتی ہیں یا نہیں ؟

جواب: جس عورت پر حج فرض ہو چکا ہے وہ اپنے بھائی، باپ، یا نیک بھتیجے کے ساتھ جانا چاہتی ہے تو جا سکتی ہے، اور شوہر کے روکنے کی وجہ سے اس کے اوپر رکنا ضروری نہیں۔

کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و پیروی میں مخلوق کی فرماں برداری نہیں کی جائے گی، مخلوق کی بات نہیں مانی جائے گی۔ حدیث پاک کے کلمات یوں ہیں:

لا طاعة لاحد في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف. الشيخان و ابو داود والنسائي عن علي كرم الله تعالى وجهه، وقال - صلى الله تعالى عليه وسلم لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق - احمد الامام و محمد الحاكم عن عمر ان والحكم عن عمر و الغفاري رضى الله تعالى عنه. (فتاوى رضويه، ج 2، ص: 112 ، رساله الاحلى من السكر، رضا اكاديمي)

جب حج فرض ہو گیا ہے تو وہ عورت اپنے والد یا بھائی کے ساتھ چلی جائے اور شوہر پر لازم ہے کہ اسے حج کو جانے سے نہ روکے کہ حج فرض سے روکنا گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں نیکی کے کام پر تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى. (آلِ عمران: 97)

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون کرو۔

اور روکنا اس حکم کی کھلی مخالفت ہے، شوہر اپنی ممانعت سے باز آئے اور توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ***

ایمان اور عمل صالح والا کون؟

بیان: خیر الاذکیا حضرت علامہ **محمد احمد مصباحی** ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
بموقع: دو روزہ اجتماع (سنی دعوت اسلامی) گلبرگہ شریف
ترتیب: **غیاث الدین احمد عارف مصباحی** استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈپو لکشمی پور مہراج گنج (یوپی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم. إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (سورة الکهف ۱۰۷) صدق الله مولانا العظیم.

ایک بار درود شریف پڑھ لیں: اللهم صل علیٰ سیدنا ونبینا محمد وعلی آله وبارك وسلم.

چوں کہ دوستوں نے میری اجازت کے بغیر بار بار میری تقریر کا اعلان کر دیا اس لیے میں ان کی بات سچی کرنے کے لیے حاضر ہو گیا ہوں، ورنہ جو پروگرام کل سے چل رہا ہے اور آج ہو رہا ہے اور دس بجے شب تک چلتا رہے گا یہ ہماری اور آپ کی ضرورت ہے کہ ہم دین سے واقف ہوں اپنے صحیح عقائد، اپنے صحیح احکام اور اعمال سے واقف ہوں اور صحیح طرح سے ان کی بجا آوری کی کوشش کریں۔

تحریک سنی دعوت اسلامی دین اور علم اور عمل ان سب کو عام کرنے کی کوشش کر رہی ہے جلسوں کے ذریعے، اجتماعات کے ذریعے اور ہفتہ وار محفلوں کے ذریعے، مدرسوں کے ذریعے، اسکولوں کے ذریعے اور کتابوں کے ذریعے، تقریروں کے ذریعے جو بھی ان احباب کی وسعت میں ہوتا ہے دین کے فروغ کے لیے، اپنے بھائیوں کے نفع کے لیے، اس کو عمل میں لانے کی کوشش کرتے ہیں، اب آپ حضرات کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان ذرائع سے استفادہ کریں اور اپنے دین کو، اپنے عمل کو درست کرنے، فروغ بخشنے اور روشنی دینے کی کوشش کریں، یہ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اسی سلسلے میں یہ دو روزہ اجتماع گلبرگہ شریف کی سرزمین پر بھی منعقد ہوا ہے تاکہ آپ حضرات زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں اس سلسلے میں دار العلوم جماعت رضائے مصطفیٰ کے جلسۂ دستار بندی کی تقریب بھی ہوئی اور جو دار العلوم 1988 عیسوی میں قائم ہوا ایک چھوٹی سرزمین پر اس کے لیے آج سے تقریباً پندرہ برس پہلے ایک وسیع و عریض زمین حاصل کی گئی تھی اب اس وسیع و عریض زمین پر سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے مسجد کا اور مدرسے کا تاکہ وہاں سے علم اور عمل دونوں کی راہیں کشادہ ہوں اور اہل اسلام زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

رب تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "بے شک جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیا ان کے لیے فردوس کے باغات مہمانی کے لیے ہیں" دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا۔

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے اللہ ان کے لیے عن قریب مقبولیت رکھ دے گا۔"

فردوس کے باغات ملنے کے لیے یا رب تبارک و تعالیٰ کی مقبولیت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ایمان اور عمل صالح سے آراستہ ہو، ایمان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات پر جیسے ایمان ہونا چاہیے ویسے ایمان لائے، اسی طریقے سے ملائکہ اور رسولوں کی ذات پر جس طریقہ سے ایمان ہونا چاہیے اس طرح سے ایمان لائے اور دین کی تمام باتوں پر اور تمام

نصوص قطعیہ پر صحیح طور سے آدمی کا ایمان ہو، تفصیل اگر نہیں جانتا ہے تو کم از کم اجمالاً اس کا یہ ایمان ہو کہ رب تبارک و تعالیٰ کے جو بھی احکام ہیں ان سب پر میرا ایمان ہے، اس طریقہ سے جب انسان ایمان لائے گا پھر اللہ تبارک و تعالی نے جو فرائض مقرر کیے ہیں ان کے اوپر عمل کرے گا تو وہ ایمان اور عمل صالح والا ہوگا اور اسی کے لیے خدا کی مقبولیت اور جنت کی مہمانی ہے اور جو ان دونوں شرطوں پر نہیں اترے گا اس کے لیے یہ خوش خبری اور یہ بشارت نہیں ہے۔

اس لیے سب سے پہلے انسان کو اپنا اعتقاد دُرست کرنا چاہیے کہ ہمارا ایک ہی خالق، مالک ہے اسی نے ہم کو، ساری دنیا کو وجود بخشا ہے وہ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے اس کے لیے کوئی بھی عیب ہونا ممکن نہیں ہے، چاہے جھوٹ ہو یا غیبت ہو، چوری ہو، کسی طریقہ کا کوئی عیب جو مخلوق میں ہو سکتا ہے وہ باری تعالی کے لیے عقلاً محال اور ناممکن ہے، اللہ تبارک و تعالی کے لیے تمام کمالات حاصل ہیں اور وہ تمام کمالات سے موصوف ہے اور اس کے انبیا اس کی عطا سے غیب جانتے ہیں اور غیب کی باتیں اپنی امت کو بتاتے ہیں وہ جنت کی خوشخبری دیتے ہیں، جہنم سے ڈراتے ہیں، یہ بھی غیب ہے اور ان باتوں کے ساتھ تمام انبیائے کرام تشریف لاتے رہے اور وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے اور یہ بتاتے رہے کہ جب تم تمام معبودان باطل کو چھوڑ کر کے ایک اللہ کی طرف مائل ہو جاؤ گے اس کے رسول کو مان لو گے تبھی تم آخرت میں نجات پاؤ گے اور وہاں کی تم دائمی اور ابدی خوشگوار زندگی حاصل کر سکو گے، ایمان کے بعد عمل صالح ہوتا ہے، عمل صالح صرف نماز، روزہ، حج، زکوۃ تک محدود نہیں ہے بلکہ ہم زندگی گزارتے ہیں تو اپنی زندگی میں ماں، باپ، بھائی، بہن، بھتیجے، رشتہ دار، اقارب، محلے والے، پڑوس والے، ہر ایک سے سابقہ پڑتا ہے اور ہر ایک کے حقوق کو صحیح طور سے ادا کرنا یہ بھی ہمارے ذمے ہوا کرتا ہے ان سارے حقوق کو جب ہم ادا کریں گے اور ہر ایک کے مرتبے کا اور ہر ایک کے حق کا لحاظ رکھیں گے تبھی ہم عمل صالح والے ہوں گے اسی طریقہ سے رب تبارک و تعالی نے یہ ارشاد فرمایا کہ: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ (الذاریات:56)

”میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔“

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان محض گوشہ نشین ہو جائے کسی جنگل اور صحرا کی راہ لے لے اور محض یوں ہی وہ عبادت کرتا رہے اور فاقہ مستی کی زندگی گزارتا رہے، یہ کچھ لوگ تو کر سکتے ہیں اور اگر کر لیا انھوں نے، تو اگر کسی کی حق تلفی نہیں کی ہے تو یہ ان کے حق میں جائز اور درست بھی ہوگا لیکن ساری دنیا اس پر نہ چل سکتی ہے نہ اس کے چلنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ لوگوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ اور صحرا نشین بن جاؤ، عام زندگی یہی ہے کہ لوگوں کے ساتھ انسان زندگی بسر کرتا ہے اور ایک دوسرے کے حقوق سے، معاملات سے، اس کو سابقہ پڑتا ہے اور اپنی زندگی کو گزارنے کے لیے اس کو کسب معاش بھی کرنا پڑتا ہے یعنی اپنی زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لیے، کھانے پینے کے لیے، پہننے کے لیے، رہنے سہنے کے لیے اس کو انتظام کرنا پڑتا ہے اور ان سب انتظامات کے کرنے کے بعد ہی وہ اپنی زندگی سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اپنی زندگی گزار سکتا ہے۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة“

حلال روزی حاصل کرنا یہ فرائض کے بعد فرض ہے تو اللہ تبارک و تعالی نے جو عبادات ہمارے ذمے فرض کیے ہیں ان کو صحیح طور سے بجا لانا یہ تو ہمارے ذمے ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی گزارنے کے لیے حلال روزی کمانا یہ بھی ہم پر فرض ہے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (سورۃ الجمعہ 9)

”جب جمعہ کے دن اذان جمعہ دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے نکل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔“

تو ذکر الٰہی کے وقت تو خرید و فروخت چھوڑ دینے کا، تجارت ترک کر دینے کا اور کوئی بھی ایسا کام جو نماز میں خلل انداز ہونے والا ہے اور اقامتِ جمعہ سے باز رکھنے والا ہے اس سے الگ ہو جانے کا، کنارہ

کش ہونے کا حکم ہے لیکن جب نماز سے فارغ ہو گئے فریضۂ الٰہی کو ادا کر لیا تو اس کے بعد کیا فرمایا گیا ہے؟ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اللہ کا فضل تلاش کرو۔ تو یہ انسان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی گزارنے کے لیے، اپنے اہل و عیال کی زندگی گزارنے کے لیے روزی بھی حاصل کرے اور روزی حاصل کر کے باعزت طور پر زندگی گزارے لیکن حدیث پاک میں مطلق نہیں فرمایا گیا ہے کہ:

طلب الکسب فریضة۔

بل کہ یہ فرمایا گیا کہ:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة.

"حلال روزی حاصل کرنا یہ فرائض کے بعد فرض ہے"۔

اور یہی اسلام میں اور دیگر قوموں میں فرق ہے کہ محض دنیادار انسان زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھا کر لینا، زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کر لینا، زیادہ سے زیادہ مال حاصل کر لینا اسی کو مطمح نظر بناتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا ہے کہ اس میں کسی کی حق تلفی ہو رہی ہے، کسی کے ساتھ خیانت ہو رہی ہے، کسی کے مال کی بربادی ہو رہی ہے کسی کی چوری ہو رہی ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے بل کہ صرف یہ کہ زیادہ مال کس طریقے سے ہمارے ہاتھ میں آسکتا ہے اتنی ہی کی فکر کرتا ہے لیکن ایک مسلمان کے لیے یہ نہیں ہے کہ جیسے بھی مال حاصل ہو جائے چاہے وہ جائز ہو یا ناجائز ہو اس کو سمیٹتا جائے، حاصل کرتا جائے، رکھتا جائے یہ ایک مسلمان کے لیے نہیں ہے۔

ایک مسلمان کے لیے ہے طلب کسب الحلال، حلال روزی حاصل کرنا یہ فرض ہے وہ بھی فریضے کے بعد فرمایا گیا: بعد الفریضة کا مطلب یہ ہے کہ اگر فریضۂ الٰہی کا وقت آجائے تو اس وقت اپنے کاروبار کو چھوڑ دے اور فریضۂ الٰہی کی ادائیگی کر لے اس فریضے کی ادائیگی کے بعد پھر وہ طلب معاش میں لگ جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کے بازار میں دیکھا کہ اذان ہوئی اور اذان ہونے کے ساتھ ساتھ دکان دار نے اپنی دکان چھوڑ دی، کاشت کار نے ہل بیل چھوڑ دیا، باغ سینچنے والوں نے اپنے رہٹ کو کنویں کو چھوڑ دیا، لوہار نے اپنی بھٹی کو چھوڑ دیا اور ہر شخص مسجد کی طرف دوڑتا ہوا چلا جا رہا ہے گویا کہ اب دنیاوی کاروبار سے ان کو کوئی مطلب ہی نہیں ہے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔

کیا تجارت کر رہے تھے؟ کیا کاشتکاری کر رہے تھے؟ کیا فروخت کر رہے تھے؟ کیا خرید رہے تھے؟ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے، نماز کے قائم کرنے سے، زکوٰۃ کے ادا کرنے سے باز رکھنے والی نہیں ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن آنکھیں پلٹ جائیں گی، دل پلٹ جائیں گے، یعنی یہ اللہ کا خوف رکھتے ہیں قیامت کا خوف رکھتے ہیں اس وجہ سے ہر کاروبار چھوڑ کر کے ٹھیک مسجد کی طرف بھی چلے جا رہے ہیں اور فریضۂ الٰہی ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو یہ قید بھی ہمارے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

پھر اس کے بعد جس مقصد سے ہم مال حاصل کر رہے ہیں وہ مقصد بھی پاکیزہ ہونا چاہیے اگر اس لیے کوئی زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ سوسائٹی میں بڑے نام والا لکھا جائے اور لوگوں میں بڑا بن کر کے رہے تو اس کا معاملہ الگ ہے لیکن اگر کوئی شخص زیادہ مال اس لیے حاصل کرتا ہے کہ وہ اپنے کو، اپنے اہل و عیال کو فارغ البال رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ یتیموں کی، بیواؤں کی، بے سہاروں کی خبر گیری کرے، لوگوں کو فائدہ پہنچائے، اپنے دین کے فروغ میں، اس کی ترقی میں فائدہ پہنچائے، اپنے اداروں کے فروغ میں فائدہ پہنچائے، اپنی مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لے، رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لے اور اس مال کو مناسب جگہوں پہ صرف کرے، صحیح مصرف میں لائے تو اس کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔

آج انسان کے پاس پیسے کی فراوانی ہے لیکن آپ دیکھیں گے کہ مناسب مقام پر صرف کرنے کی ضرورت نظر آتی ہے لیکن اس کو گویا کہ کوئی سمجھتا ہی نہیں ہے کہ یہ بھی ضرورت ہے، راستے میں گڈھا پڑا ہوا ہے، ہزاروں لاکھ پتی، کروڑ پتی وہاں سے گزرتے ہیں لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اس گڈھے کو پاٹے، میونسپلٹی کی ذمہ داری ہے گڈھے کو پاٹے، کارپوریشن کی ذمہ داری ہے کہ اس گڈھے کو درست کرے جب کہ اس سے ضرر، نقصان، تکلیف پیدل

چلنے والے کو بھی ہو رہی ہے سواری، سائیکل والے کو بھی ہو رہی ہے، موٹر سائیکل والے کو بھی ہو رہی ہے، چار پہیہ والے کو بھی ہو رہی ہے، سب کو ہو رہی ہے اور اگر کوئی صرف دو منٹ کا وقت دے دے، دس بیس روپے کا ملازم رکھ کر کے اس گڈھے کو بند کرا دے، اجرت پر کرا دے، دس بیس نہیں سو پچاس کا کرا دے تو ایسا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن یہ کہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ہمارا فرض نہیں حکومت کا فرض ہے بھئی حکومت کا فرض ہے لیکن آپ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اماطة الأذى عن الطريق صدقة"

کوئی غیر مسلم اگر اس کو نہیں سمجھتا ہے تو نہ سمجھے لیکن کم از کم ایک مسلمان ہی اس بات کو سمجھے کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا یہ بھی صدقہ ہے یعنی اس کی وجہ سے بھی انسان کو اجر ملے گا، ثواب ملے گا اس کی نیکیوں میں اس کو درج کیا جائے گا، کبھی تھوڑی سی نیکی بہت بڑی نجات کا سبب بن جایا کرتی ہے تو انسان ایسے بہت سارے کام کر سکتا ہے، اپنے مال کے ذریعے، جو مال کہ وہ نام و نمود کی سینکڑوں جگہوں پر صرف کر دیتا ہے اور ضرورت کی جگہ پر سو پچاس صرف کرنا اس کے لیے مشکل نظر آتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے دوسرے کی ذمہ داری ہے، چلیے صحیح ہے آپ کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن آپ نے اس کام کو کر دیا تو کتنے بڑے اجر کے آپ حقدار ہوں گے اس لیے صحیح طریقے سے، جائز طریقے سے، تجارت کرنا، مال حاصل کرنا اور نیک مقصد سے حاصل کرنا اور اس کو پھر اچھے مصارف میں صرف کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہوتی ہے اور ایسے تجارت کرنے یا مال حاصل کرنے کا اجر، ثواب بہت زیادہ ہے۔

ایک حدیث کا مضمون یہ ہے تقریباً:

"التاجر الصدوق الأمين مع النبيين، والصديقين"

کہ سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیا اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔

یعنی یہ تجارت کرتا ہے تجارت پہ راست بازی، امانت داری کا پورا لحاظ کرتا ہے تو ایسا شخص باوجود اس کے کہ دکان دار ہے، بازار میں بیٹھنے والا ہے، لوگوں سے ملنے جلنے والا ہے لیکن اس کا حشر انبیا و صدیقین کے ساتھ ہوگا، یہ تجارت اگر کوئی کر لیتا ہے تو بہت ہی اجر اور بہت ہی اونچے مقام والا ہے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور کوئی مضارب تھا یعنی ان کا کوئی شریک تھا تجارت میں، اس کے ہاتھ وہ کپڑا دیتے تھے اور فروخت کرواتے تھے ایک کپڑے میں کچھ عیب تھا تو بتا دیا کہ یہ کپڑا لے جاؤ، فروخت کرنا لیکن اس میں یہ عیب ہے جس کو بھی بیچنا تو پہلے بتا دینا اور پھر بتا دینے کے بعد اس کا سودا کرنا۔

وہ صاحب لے گئے اور وہ بھول گئے اور فروخت کر کے چلے آئے تو وہ کپڑا کتنے میں فروخت کیا یہ بھی یاد نہیں، کس شخص کو فروخت کیا؟ کہاں فروخت کیا؟ یہ بھی یاد نہیں تو اس سفر میں وہ تیس ہزار درہم واپس لے کر کے آئے تھے امام اعظم نے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں بتانا بھول گیا تو وہ پورے تیس ہزار درہم امام اعظم نے صدقہ کر دیا اور کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کپڑا جس میں عیب تھا اور عیب بتائے بغیر تم نے اس کو بیچ دیا تو اس کی رقم بھی اسی میں شامل ہوگئی ہے وہ الگ نہیں ہے، نا معلوم کون سی وہ رقم ہے؟ اس لیے ہزار دو ہزار نہیں بلکہ پورے تیس ہزار صدقہ کر دیے۔

یہ ان کی تجارت کا حال تھا اگر ایسا شخص انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ہو تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک عورت کپڑا بیچنے لے آئی اور اس نے کہا کہ میں اس کو سو روپے میں بیچتی ہوں فرمایا کہ اس کی قیمت تو اس سے زیادہ ہوگی، کہا: دو سو دے دیجیے! تو فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ ہوگی، اس نے کہا: آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں، کہا: تین سو دے دیجیے! تو فرمایا: کہ کسی مرد کو بلا کر کے لاؤ اور اس سے دام لگواؤ، دوسرے کو بلا کر لائی یہاں تک کہ خود چار سو درہم میں اس کو خریدا۔

آج تک کوئی تاجر آپ کو ملا ہے ایسا کہ آپ اس کو بیچنے لے جائیں سو میں اور وہ خرید لے سوا سو میں یا ڈیڑھ سو میں، ڈھونڈنے سے ملنا مشکل ہے لیکن وہ سمجھتے تھے کہ ایک عورت ہے جو بازار سے ناواقف ہے تو اس کو کوئی دھوکہ نہ ہو، کوئی گھاٹا نہ ہو اس کے لیے وہ دام بڑھاتے گئے یہاں تک کہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تو سمجھدار کو بلایا

اور اسی کپڑے کو چار سو درہم میں خریدا۔ تو ایسا سچا امانت دار تاجر انبیاو صدیقین کے ساتھ ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ بھی کسی دوسرے شریک کے ساتھ کام کرتے تھے، خود تجارت میں نہیں لگتے تھے اور دوسرے آدمی کے ذریعے کاروبار کیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ ان کا سامان تجارت آیا کچھ خریدار آگئے، رات کو سامان پہنچا اور خریدار بھی پہنچ گئے، ان لوگوں نے کہا کہ پانچ ہزار درہم کے نفع پر یہ ہم کو بیچ دیجیے تو انھوں نے فرمایا: کہ کل جواب دوں گا۔

کل صبح ہوتے ہی کچھ دوسرے آگئے انھوں نے کہا کہ دس ہزار کے نفع پر ہم کو یہ مال بیچ دیجیے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں دوں گا، میں انہی لوگوں کو دوں گا جو پہلی بار میرے پاس آئے تھے اس لیے کہ وہ لوگ جب میرے پاس آئے تھے تو میں نے نیت کر لی تھی کہ مال ان کو دے دوں گا اور میں اپنی نیت کو توڑنا پسند نہیں کرتا ہوں اس لیے دس ہزار کے خریداروں کو چھوڑ کر کے پانچ ہزار کے خریداروں کو وہ سامان دیا۔

تو ایسے بھی تاجر گزرے ہیں آپ بھی ان کے نقش قدم پر اگر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور حلال حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، امانت داری، راست بازی کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے مال کو کار خیر میں صرف کرنے کی نیت رکھتے ہیں، ضروری اور مناسب جگہوں پر صرف کرنے کی نیت رکھتے ہیں تو آپ کا یہ کسب حلال آپ کی یہ تجارت آپ کی یہ کاشتکاری اور یہ دنیاوی امور یہ اللہ کے نزدیک بڑی فضیلت والے اور بڑے ثواب والے ہیں۔

یہ آپ کے اوپر فرض بھی کیا گیا ہے کہ دوسرے کے اوپر بار گراں بن کے نہ رہیں بلکہ اپنے کسب کی کوشش کریں تو اس طریقے سے آپ کے اوپر بہت سے معاملات ہیں، دنیاوی بھی جو عائد ہوتے ہیں اور ان کی بجاآوری کے بعد ہی آپ عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور اسی کے بعد آپ مصداق ہوں گے:

''الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''

''جو ایمان لائے اور نیک کام کیے''۔

صرف نمازیں ادا کر لی لیکن دکان میں بیٹھا تو سراسر جھوٹ بولتا جا رہا ہے خیانت کرتا جا رہا ہے لوگوں سے ملتا جلتا ہے تو ایک دوسرے کی غیبت کر رہا ہے، اس کے پڑوسی ہیں ان کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے اس کے بھائی بند ہیں ان کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے تو یہ شخص '' واعملوا الصلحات'' والا نہیں ہوا، پورا عمل صالح والا جبھی ہو گا کہ تمام احکام اسلامیہ کی رعایت کرے، ان کی پاسداری کرے اور ان کو عمل میں لانے کی کوشش کرے، میں نہیں کہتا کہ آپ ایک ہی دن میں ہو جائیں گے لیکن اگر آپ، ہم احکام اسلامی کو سمجھتے ہیں اور اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ ہی کے حضور ہم کو حاضر ہونا ہے تو ہماری زندگی یہ چند روزہ ہے اور وہ زندگی جو کہ دائمی ہے اور اس زندگی کے مقابلے میں وہاں کا صرف ایک دن یہاں کے پچاس ہزار سال کے ایام کے برابر ہو گا یعنی پچاس ہزار سال کی مدت کے برابر ہو گا صرف آخرت کا ایک دن۔

آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا کہ آپ پوری زندگی احکام الہی کے مطابق گزاریں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت میں گزاریں، عبادت میں گزاریں یہ آپ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا جب کہ آپ کا یہ تصور ہو کہ ہم کو محض اس دنیا کے لیے نہیں بلکہ ایک اور جہان کے لیے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الدنيا مزرعة الآخرة''

دنیا آخرت کی کاشت گاہ ہے۔

یعنی اصل پھل اس کو وہاں ملنا ہے اور یہاں اس کو کاشت کرنے کا، بیج لگانے کا، کھیتی کرنے کا موقع دیا گیا ہے اگر یہاں نیکیوں کی کھیتی کرتا ہے تو وہاں نیک پھل اس کو ملے گا، اگر برائیوں اور گناہوں کی کھیتی کرتا ہے تو اس کو وہاں برا پھل ملے گا، اس لیے انسان کو خاص طور سے ایک بندۂ مومن کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہمارے اوپر فرائض کیا عائد ہوتے ہیں اور ہم کو جو رزق حلال کی تلاش فرض ہے تو اسی رزق حلال ہی کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور حرام کے قریب نہ جائیں اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

◻◻◻

عید الفطر خاص عطیۂ الٰہی

(حافظ) افتخار احمد قادری

رمضان المبارک اپنی برکتیں بانٹتا ہوا گزر گیا۔ عید الفطر کا مسرت خیز ہلال آسمان پر رونما ہوا۔ ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر چہرہ خوشی سے مثل گلاب کھل اٹھا۔ ہر گھر سے فرحت و انبساط کا اظہار ہونے لگا۔ عید الفطر کا یومِ سعید خاص عطیہ الٰہی ہے۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے والوں کو اللہ رب العزت نے بطورِ انعام یہ مقدس دن عطا فرمایا ہے۔ یہ دن انواع واقسام کی غذائیں کھانے اور کھلانے کا دن ہے۔ غریبوں، فقیروں، مفلسوں، تنگ دستوں کی امداد و اعانت کا دن ہے۔ صدقہ وخیرات کا دن ہے۔ ملت اسلامیہ کے لیے اظہارِ مسرت کا دن ہے۔ یتیموں، بے سہاروں، ناداروں، بے نواؤں کی خبر گیری کا مخصوص دن ہے۔ صاحبانِ نصاب پر لازم ہے کہ وہ مستحقین کو صدقہ فطر ادا کریں تاکہ ملت کے غربا و فقرا بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہوں۔ آج کے دن کوئی محروم شادمانی نہ رہے۔ ملت اسلامیہ میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ کسی کا دل عسرت و فاقہ کشی کے زخموں سے مضمحل نہ ہو۔ آج کا دن ملت مرحومہ کے لیے خوشی کا دن ہے اظہارِ تشکر اور باہمی ملاقات کا دن ہے۔

خبر دار! آج کوئی چولہا ویران نظر نہ آئے۔ کوئی آنکھ شدتِ افلاس سے نم نہ ہو۔ کوئی جسم کپڑوں سے برہنہ نہ ہو۔ کوئی یتیم اپنی یتیمی پر بلکتا نہ دکھائی دے۔ کوئی بچہ احساسِ کمتری کا شکار ہوکر شرمندہ اور غمزدہ نہ ہو۔ یہ سرمایہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے غربا کا خیال رکھیں۔ آج کا دن انہیں خوشیاں تقسیم کریں۔ ازالہ غربت کا سامان فراہم کریں۔ واقعی عید تو سبھی مسلمانوں کے لیے ہے سبھی کو خوش وخرم ہونا چاہیے کوئی غمِ غربت میں آج روتا نہ دکھائی دے۔ کوئی تیغ افلاس کا زخمی آج تڑپتا نہ نظر آئے۔ ملت کے سرمایہ داروں کو یہ سب سوچنا ہوگا۔ آج کے دن ایک دوسرے کو مبارکباد دیجیے۔ ایک سال کے بعد اللہ رب العزت نے یہ مبارک دن عطا فرمایا ہے۔ ہر مسلمان حتیٰ الامکان ایک دوسرے سے عید ملے۔ خلوص ومحبت سے ملے، گلے ملنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

خبر دار! آج کے دن سینے میں کینہ نہ رہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر آج کے دن کوئی مسلمان آپ سے ناراض ہے تو اسے راضی کیجیے اور اس سے معانقہ کیجیے۔ ماہِ رمضان المبارک کے روزوں نے باطن کی تطہیر کردی ہے۔ صفائی کے ساتھ ملیے ایک دوسرے کا خیال رکھیے۔ غریب مسلمان کو اپنا جانیے اسے کسی موقع پر تنہا نہ چھوڑیے غریب انسان کو سینے سے لگا کر یہ باور کرادیجیے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔ گزشتہ سال میں قوم مسلم میں اگر کوئی تفرقہ و انتشار ہوا تھا تو عید الفطر کے مبارک دن نے اسے مٹا دیا۔ آج کے دن سب آپس میں بغل گیر ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقی ہیں۔ اخوت و مساوات کا بھرپور مظاہرہ ہو رہا ہے۔ غریب امیر سے، فقیر بادشاہ سے، کالا گورے سے، مفلس زردار سے، چھوٹا بڑے سے گویا ہر مسلمان باایک دیگر سینہ بہ سینہ مل رہا ہے۔ آج عید الفطر کے مبارک دن نے سب کو آپس میں ملا دیا ہے۔ اب آج کی طرح مسلمان آپس میں مل کر رہیں۔ افتراق وانتشار کو اپنی صفوں میں داخل نہ ہونے دیں۔ کینے کو سینے میں نہ گزرنے دیں۔ نفرتوں کے پودوں کو نہ پنپنے دیں۔ بغض و عناد کی آگ نہ جلنے دیں۔ اب عداوتوں کے ناگ سر نہ اٹھانیں پائیں۔ اب دشمنی کے بیج نہ اگیں۔ کدورتوں کی چنگاری نہ سلگے۔ باہمی اختلافات کے بازار گرم نہ ہوں۔ برادری واد کی مسموم ہوائیں نہ چلیں۔ خبر دار! آئندہ کسی غریب کا دل نہ دکھے۔ کسی یتیم کو تکلیف نہ پہنچے۔ کسی بے سہارہ کو گزند نہ پہنچے۔ کسی مسلمان کو ایذا نہ ہو۔ کسی پڑوسی کو دکھ نہ پہنچے۔ آج عید الفطر کا دن ہے آج کی طرح شیر وشکر ہوکر رہنا ہے۔ اے مسلمان! یہی عید الفطر کا پیغام ہے اور ایسی ہی عید کے موقع پر میں تمام قارئین کو مبارکباد دیتا ہوں۔ عید مبارک!!!!

حضرتِ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ عید کے دن اپنے شہزادے کو پرانی قمیص پہنے دیکھا تو رو پڑے، شہزادے نے عرض کیا! پیارے ابا جان! آپ کس لیے رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید کے دن جب لڑکے آپ کو اس پھٹے

پرانے قمیص میں دیکھیں گے تو آپ کا دل ٹوٹ جائے گا۔ شہزادے نے جواباً عرض کیا! دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الٰہی کو نہ پا سکا یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضامندی کے طفیل اللہ رب العزت بھی مجھ سے راضی ہو گا۔ یہ سن کر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے، شہزادے کو گلے لگایا اور اس کے لیے دعا کی۔ (مکاشفۃ القلوب)

امیر المومنین حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عید سے ایک دن قبل آپ کی شہزادیاں حاضر ہوئیں اور بولیں بابا جان! کل عید کے دن ہم کون سے کپڑے پہنیں گے؟ فرمایا یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں انہیں آج دھولو کل پہن لینا۔ نہیں! بابا جان! آپ ہمیں نئے کپڑے بنوادیں۔ ننھی منی شہزادیوں نے ضد کرتے ہوئے کہا! آپ نے فرمایا؛ میری پیاری بچیو! عید کا دن اللہ رب العزت کی عبادت کرنے اور اس کا شکر بجالانے کا دن ہے۔ نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں۔ بابا جان! آپ کا فرمان بیشک درست ہے لیکن ہماری سہیلیاں اور دوسری لڑکیاں ہمیں طعنے دیں گی کہ تم امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکیاں ہو اور وہی پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے شہزادیوں کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھی بھر آیا۔ آپ نے خازن (وزیر مال) کو بلا کر فرمایا؛ مجھے میری ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لادو۔ خازن نے عرض کی حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک مزید زندہ رہیں گے؟ آپ نے فرمایا؛ جزاک اللہ خیرا۔ آپ نے بیشک عمدہ اور صحیح بات کہی۔ خازن چلا گیا آپ نے شہزادیوں سے فرمایا؛ پیاری پیاری بیٹیو! اللہ رب العزت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کردو، کوئی شخص اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں بن سکتا جب تک وہ کچھ قربانی نہ دے۔ (معدن اخلاق)

معزز قارئین! گزشتہ حکایات سے ہمیں یہی درس ملا کہ اجلے کپڑے پہن لینے کا نام ہی عید نہیں۔ رنگ برنگے کپڑے پہنے بغیر بھی عید منائی جاسکتی ہے۔ اللہ اکبر! حضرتِ سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کس قدر غریب و مسکین خلیفہ تھے۔ اتنی بڑی سلطنت کے حاکم ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی رقم جمع نہ کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خازن بھی کس قدر دیانت دار تھے۔ اُنہوں نے کیسے خوبصورت انداز سے پیشگی تنخواہ دینے سے انکار کردیا۔ اس سے ہم سب کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیے اور پیشگی تنخواہ یا اجرت لینے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کرلینا چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیشگی لی ہوئی تنخواہ یا اجرت کا حق ادا کرنے سے پہلے ہی موت آجائے اور ہمارے سر پر دنیوی مال کا وبال رہ جائے اور خدانخواستہ آخرت میں ہم پھنس جائیں۔

اللہ رب العزت کے مقبول بندوں کی ایک ایک ادا ہمارے لیے موجب صد درس عبرت ہوتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کتنی ارفع و اعلیٰ ہے لیکن اتنی بڑی شان ہونے کے باوجود ہمارے لیے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا چیز پیش فرماتے ہیں پڑھیے اور عبرت حاصل کیجیے؛ سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک رباعی میں ارشاد فرمایا:

خلق گوید کہ فردا روز عید است
خوشی در روح ہر مومن پدید است
دراں روزے کہ با ایمان بمیرم
مرا در ملک خود آں روز عید است

یعنی لوگ کہہ رہے ہیں! کل عید ہے کل عید ہے اور سب خوش ہیں لیکن میں تو جس دن اس دنیا سے اپنا ایمان محفوظ لے کر گیا میرے لیے تو وہی دن عید کا دن ہوگا۔

سبحان اللہ! کیا شان تقویٰ ہے اتنی بڑی شان کہ اولیاے کرام کے سردار! اور اس قدر تواضع و انکساری! یہ سب کچھ در اصل ہمارے درس کے لیے ہے اور ہمیں بتانا مقصود ہے کہ خبردار! ایمان کے معاملے میں غفلت مت کرنا۔ ہر وقت ایمان کی حفاظت کی فکر میں لگے رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری غفلت اور معصیت کے سبب ایمان کی دولت تمھارے ہاتھ سے نکل جائے۔

عید کی سنتیں اور آداب:

* حجامت بنوانا * ناخن ترشوانا * غسل کرنا * مسواک کرنا (یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے کہ وضو میں تو سنت مؤکدہ ہے۔ (حاشیہ بہار شریعت بحوالہ ردالمختار) * اچھے کپڑے پہننا، نئے ہوں تو نئے ورنہ دھلے ہوئے * خوشبو لگانا * انگوٹھی پہننا۔ جب کبھی انگوٹھی پہنیں تو اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ صرف ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن چاندی کی ایک ہی انگوٹھی پہنیں۔

(باقی ص:28 پر)

یادِ رفتگاں

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سید ابوبکر مصطفی قادری

حضرت فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی یربوعی رضی اللہ تعالی عنہ کی ولادت 105ھ/723ء میں سمرقند میں ہوئی اور نشو ونما ابیورد میں ہوئی۔ بڑی عمر میں آپ کوفہ پہنچے۔[1]

آپ ابتداءً رہزنی کیا کرتے تھے۔ نیز آپ بہت ہی باہمت و بامروت تھے۔ جس کارواں میں کوئی عورت ہوتی یا جن کے پاس قلیل متاع ہوتی تو اس کو نہیں لوٹتے اور جس کو بھی لوٹتے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال و متاع چھوڑ دیتے۔ آپ رہزنی کے باوجود فرض نماز و روزہ کے علاوہ نفل صوم و صلوٰۃ کی پابندی کرتے تھے۔[2]

آپ کے ڈکیتی سے توبہ کا سبب یہ ہوا کہ آپ کو ایک لڑکی سے محبت ہوئی۔ ایک دن اس کے پاس جانے کے لیے دیوار چڑھ رہے تھے تو ایک تلاوت کرنے والے کی آواز سنی جو یہ آیت کریمہ پڑھ رہا تھا:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ [سورۃ الحدید، آیت 16]

کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا۔ (کنزالایمان)

آیت کریمہ سن کر آپ کے دل کی دنیا بدل گئی اور کہا: اے میرے رب! وہ وقت آ گیا ہے" پھر آپ رات ایک سنسان بوسیدہ مکان کے کھنڈر میں بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ مسافر تھے۔ ان میں سے بعض نے کہا اب سفر کے لیے چلنا چاہیے لیکن کچھ بولے صبح کا انتظار کرنا چاہیے کیوں کہ فضیل راستے میں ہی ہوں گے ہمیں لوٹ لیں گے۔ یہ سن کر حضرت فضیل نے توبہ کی اور ان مسافروں کو امن و امان دیا۔[3]

ایک مرتبہ کوئی مال دار قافلہ اس جانب سے گزر رہا تھا۔ ان میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے لٹیروں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ رقم بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کے لیے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ کو مصلیٰ بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت ان بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا تو پورا قافلہ لٹیروں کی نذر ہو چکا تھا۔ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لیے ان بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت لٹیروں کے ساتھ مل کر مال تقسیم کر رہے ہیں، اس بیچارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی لیکن حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لیے، آپ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ گئے تھے وہیں سے اٹھالو، جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کے بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں۔

پھر چند یوم بعد لٹیروں نے دوسرا قافلہ لوٹ لیا جس میں بہت مال و متاع ہاتھ آیا، لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تمھارا کوئی سرغنہ نہیں ہے؟ لٹیروں نے جواب دیا کہ ہے تو سہی لیکن اس وقت وہ لب دریا نماز میں مشغول ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ وقت تو کسی نماز کا نہیں، راہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمھارے ہمراہ نہیں کھاتا۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا نفلی روزے رکھتا ہے۔ یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا اور حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم و صلوۃ کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس شخص نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

[سورۃ التوبۃ، آیت 102]

(دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔) آپ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محوِ حیرت رہ گیا۔[4]

آپ نے توبہ کے بعد سب سے پہلے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔ آپ کے حدیث میں منصور بن معتمر، بیان بن بشر، ابان بن ابی عیاش، ہارون عبدی، حصین بن عبد الرحمن اور عطا بن سائب علیہم الرحمۃ شیوخ اور تلامذہ عبداللہ بن مبارک یحی قطان، قعنبی، امام شافعی، اسد بن موسی، قتیبہ، بشر حافی، مسدد یحی بن یحی التمیمی، احمد بن مقدام علیہم الرحمۃ اور ایک کثیر جماعت ہیں۔[5]

فقہ میں آپ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے شاگرد ہیں نیز آپ ان کی فقہی چہل رکنی کمیٹی کے رکن بھی تھے چنانچہ حضرت وکیع بن جراح علیہ الرحمۃ کے پاس ایک دن ایک آدمی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے خطا کی تو حضرت وکیع علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ خطا کیسے کرسکتے ہیں؟ جب کہ قیاس میں امام ابویوسف و امام زفر، حفظ حدیث میں حضرت یحی بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت حبان حضرت مندل، لغت اور عربی زبان میں حضرت قاسم بن معن اور زہد و تقوی میں حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض جیسے مشہور و معروف شخصیات ان کے ہمراہ ہیں تو جس کے ہم نشیں ایسے ہوں وہ کیسے غلطی کرسکتا ہے۔ اگر وہ خطا کرتے تو یہ حضرات انھیں پھیر دیتے۔[6]

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

امام ابوحنیفہ فقیہ اور فقہ میں مشہور، زہد و تقوی میں شہرت یافتہ، مال دار، اپنے قریب بیٹھنے والوں کو جود و سخا سے فیضیاب کرنے میں معروف، رات دن میں درس و تدریس کے پابند، عابد شب زندہ دار، کم گو، حلال و حرام کا مسئلہ آنے تک بہت کم بولنے والے، بادشاہ کے مال و نذرانے سے بھاگنے والے تھے اور جب حدیث صحیح مل جاتی تو اسی پر عمل کرتے اگرچہ صحابہ و تابعین سے ہو ورنہ عمدہ قیاس فرماتے تھے۔[7]

خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ آپ کتنے بڑے زاہد ہیں! تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بڑے زاہد ہو۔ خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کیسے؟ کہا میں تو دنیا سے زاہد (بے رغبت) ہوں اور تم آخرت سے زاہد (بے رغبت) ہو اور دنیا تو فانی ہے اور آخرت دائمی۔[8]

آپ ثقہ، ثبت و فاضل، عابد و متقی اور کثیر الحدیث تھے۔[9]

آپ کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں احادیث موجود ہیں۔[10]

خلیفہ ہارون رشید نے کہا: میں نے علما میں امام مالک سے زیادہ بارعب اور فضیل سے زیادہ متقی نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: میرے نزدیک روے زمین پر فضیل بن عیاض سے افضل کوئی باقی نہیں ہے۔ امام نسائی رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: آپ ثقہ و مامون ہیں۔[11]

آپ اخیر عمر میں مسجد حرام میں مستقل طور پر معتکف ہو گئے تھے اور آخر عمر میں درس حدیث بند کر کے حرم الٰہی میں عبادت گزاری اور رات دن گریہ و زاری کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ بدن پر دو کپڑوں کے سوا کوئی سامان دنیا آپ کے پاس نہیں تھا۔ اور اسی حالت میں محرم 187ھ میں آپ کا وصال ہوا۔[12]

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں اللہ رب العزت سے تعلق قائم رکھنا چاہیے۔ عمر کے کسی بھی حصے میں تعلیم و تعلم سے رشتہ استوار کرنے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ درس و تدریس کے ساتھ اپنی آخرت و عاقبت کی فکر و خوف خدا سے لرزاں رہنا چاہیے۔

حواشی

[1] الاعلام، 153/5

[2] تذکرۃ الاولیاء مترجم ملخصا، ص 55-56

[3] وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، 47/4

[4] تذکرۃ الاولیاء مترجم ص 55-56

[5] تذکرۃ الحفاظ، 180/1

[6] تاریخ بغداد أو مدینۃ السلام 250/14

[7] ایضاً 339/13

[8] وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، 84/4

[9] الطبقات الکبری، 43/6

[10] تہذیب التہذیب، 264/8

[12] اولیاے رجال حدیث ص 184

****

انوارِ حیات

آخری قسط

عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری کا علمی ذوق

اور محققین کا علمی تعاون

ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی

معاصرین کو خصوصی ذوق کی طرف راغب کرنا:

عالم ربانی قدس سرہ وسیع النظر، کثیر المطالعہ اور وسیع الظرف ہونے کے ساتھ افراد شناس بھی تھے۔ نسل نو اور معاصرین کے ساتھ ملاقاتوں اور علمی مسائل و معاملات پر تبادلہ خیال میں آپ نئی نسل اور اپنے معاصرین واحباب کے علمی ذوق کو پرکھنے کی کوشش کرتے اور ذوق علمی کے لحاظ سے میدان عمل کے انتخاب کا مشورہ بھی دیتے۔ ڈاکٹر خوشتر نورانی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مذہبی صحافت سے کیا اور جام نور کے پلیٹ فارم سے برصغیر ہندو پاک میں مذہبی صحافت کی نئی تاریخ رقم کی اور اس میدان میں خاصی شہرت بھی حاصل کی لیکن آپ کے عزیز از جان دوست عالم ربانی قدس سرہ نے آپ کی تحقیقی صلاحیتوں کا ادراک کرتے ہوئے انھیں میدان صحافت کے ساتھ علم وتحقیق کی دنیا میں قدم رکھنے پر ابھارا۔ آپ کی تذکیر مسلسل نے بالآخر ڈاکٹر نورانی کو تحقیق کی طرف راغب کیا، اور 2011ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی کے ڈیڑھ سو سالہ یوم وصال کی مناسبت سے ''جشن علامہ فضل حق خیرآبادی '' کے موقع پر ''علامہ فضل حق خیرآبادی: چند عنوانات''، جیسی علمی و تحقیقی تصنیف کے ساتھ علم و تحقیق کی دنیا میں باضابطہ طور سے قدم رکھا، پھر تو تحقیقات کا ایک جہان کھل گیا۔

تحقیق کی طرف راغب کرنے کے تعلق سے اپنے معاصر دوست عالم ربانی قدس سرہ کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر نورانی لکھتے ہیں:

''اس علمی و تحقیقی کام کی تکمیل کے دوران نہ جانے کتنی بار عزیز از جان دوست مولانا اسید الحق قادری بدایونی کی یاد نے تڑپایا، ان کی شہادت میری زندگی کا وہ زخم ہے جو کبھی بھی مندمل نہیں ہوسکتا۔ انہیں پڑھ پڑھ کر اور دیکھ دیکھ کر ہی تحقیق کا ذوق بیدار ہوا اور ان کی حوصلہ افزائی نے جادہ تحقیق پر گامزن کردیا۔ آج وہ ہمارے درمیان ہوتے تو اس کام کو دیکھ کر بے پایاں مسرور ہوتے اور اس کی قصیدہ خوانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑتے۔'' (تذکرہ علمائے ہندوستان [مقالہ تحقیق] ص 51، ادارہ فکر اسلامی دہلی 2018ء)

اس طرح کی بہت سی نظیریں ہیں لیکن طوالت کے خوف سے بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

علمی و تحقیقی منصوبہ بندی اور ٹیم ورک:

بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جسے فرد واحد بآسانی پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے جب کہ کچھ بڑے علمی و تحقیقی منصوبے ٹیم ورک کے متقاضی ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں انفرادی طور پر تحقیقی کام کے ساتھ ٹیم ورک کی شکل میں کام کرنے کا رجحان عام ہوا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ماضی میں عالمی سطح پر جماعت اہل سنت کی تاریخ و تعارف پر خاطر خواہ کام نہیں ہوسکا ہے، دوسروں کی طرف سے اس سلسلے میں جو نمایاں کام ہوئے بھی ہیں تو اس میں اکابر اہل سنت سے متعلق تعارف سے زیادہ غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ ان اسباب و عوامل کے پیش نظر دیگر منصوبوں کے ساتھ ترجیحی طور پر عالم ربانی قدس سرہ کا منصوبہ یہ تھا کہ غیروں کی جانب سے اکابر اہل سنت کے متعلق عالمی سطح پر پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔ اس نوعیت کے مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لیے آپ نے الگ الگ افراد کا انتخاب کیا تھا۔ افراد کے انتخاب میں بھی آپ کی کشادہ قلبی اور وسعت ظرفی نمایاں طور پر نظر آرہی ہے کیوں کہ اس میں بھی آپ نے جماعتی مفادات کو پیش نظر رکھا اور کسی بھی قسم کی عصبیت اور تنفر کو راہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ خود اپنے اساتذہ و طلبہ کی ٹیم (جس کی تربیت اور فکری وقلمی ذہن سازی آپ نے خود کی تھی) کے ہوتے ہوئے جماعت اہل سنت کے قابل کار نئے افراد کو اپنے ان منصوبوں کا حصہ بنایا۔

یہاں چند علمی پروجیکٹ میں افراد کی شمولیت کا سرسری ذکر کیا جارہا ہے، ان کے علاوہ علمی منصوبے کا ایک جہان آپ کے فکر و ذہن میں آباد تھا ،جس کے لیے نہ جانے کن کن افراد کا آپ نے انتخاب کیا تھا۔

❋ — اپنے آخری سفر بغداد سے چند دن قبل آپ نے ہمدرد لائبریری دہلی کا سفر کیا۔ میری سعادت مندی کہ اس سفر میں ڈاکٹر

استاذ: مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر، بدایوں

خوشتر نورانی کے ساتھ میں بھی تھا۔ ایک اہم علمی پروجیکٹ کا ذکر کیا اور اس کے منصوبے پر بھی گفتگو کی اور فرمایا کہ میں بغداد شریف سے لوٹ کر آتا ہوں تو وقت نکال کر اس پروجیکٹ پر کام کرنا ہے، ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا کہ اس پروجیکٹ کے لیے مولانا نیاز احمد مصباحی اور مولانا ضیاء الرحمن علیمی جن کی عربی زبان پر گرفت اچھی ہے، میری نگاہ میں بہت مناسب ہیں، ان دونوں حضرات سے بات کروں گا اگر یہ دونوں تیار ہو کر چھ مہینہ کے لیے بدایوں آجائیں تو یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بہت پہلے سے یہ علمی پروجیکٹ میرے منصوبے کا حصہ ہے۔ یہ منصوبہ دراصل نزہۃ الخواطر پر کام کا تھا۔ آپ دراصل ”ذیل نزہۃ الخواطر“ کے نام سے تحقیقی کام کرنا چاہتے تھے، اس کام میں آپ کا ارادہ یہ تھا کہ صاحب نزہۃ الخواطر نے مسلکی عصبیت میں اہل سنت کے علما اور مشائخ پر جو افترا پردازی اور بے جا تنقید کرنے کی کوشش کی ہے، خالص علمی و تحقیقی اسلوب میں ان کے بے جا اعتراضات، اتہامات اور الزامات کا جواب لکھا جائے۔

❊ — اسی طرح ٹیم ورک کی صورت میں آپ ایک ”عالمی شخصیاتی انسائیکلوپیڈیا“ مرتب کرنا چاہتے تھے۔ اس علمی پروجیکٹ پر آپ کام کا ارادہ اس لیے رکھتے تھے کہ اس قسم کے کام عالم عرب میں ہوئے ہیں لیکن برصغیر کی شخصیات کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور اگر ہے بھی تو غلط طور پر ہے، جس کی اصلاح آپ چاہتے تھے اس کے لیے بھی آپ نے افراد کا انتخاب کیا ہو گا لیکن اس کا علم راقم سطور کو نہیں۔

❊ — ماہ نامہ جام نور کے زیر اہتمام 2008ء میں ڈاکٹر خوشتر نورانی نے آپ کی رفاقت میں 300/صفحات پر ”تعارف سواد اعظم“ کے نام سے ایک ضخیم شمارے کا تحقیقی پروجیکٹ بنایا، اس علمی کام کے لیے اس وقت آپ کے مشورے سے درج ذیل افراد پر مشتمل بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔ (1) مولانا خوشتر نورانی (2) مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (3) مولانا سجاد عالم مصباحی (4) مولانا ذیشان احمد مصباحی، ان کے علاوہ عالم ربانی قدس سرہ نے ناچیز راقم السطور کو بھی بورڈ میں ازراہ خورد نوازی شامل فرمایا اور دہلی کی ایک ملاقات میں میرے ذوق کے لحاظ سے ایک باب کی ذمہ داری بھی سپرد کی، مگر بچند وجوہ اس پروجیکٹ پر کام نہیں ہو سکا۔

❊ — ڈاکٹر عبد السلام جیلانی ابن مولانا عبد القدوس مصباحی مونگیری، جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ فارسی کے استاذ ہیں، دینیات پر دسترس رکھنے کے ساتھ فارسی زبان پر خصوصی درک و مہارت رکھتے ہیں، انھیں فارسی زبان میں محفوظ دینی سرمائے کو اردو زبان میں منتقل کرنے اور فارسی قلمی ذخائر کی تحقیق و ایڈیٹنگ کے لیے متوجہ فرمایا اور کئی چیزیں کتب خانہ قادری سے ان کو فراہم کیں اور مزید چیزیں سپرد کیے جانے کی بات کی اور خواہش کا اظہار کیا کہ آپ اس سلسلے میں اپنی مصروفیات سے وقت نکالیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی بڑی خندہ پیشانی اور مسرت سے عالم ربانی قدس سرہ کی دعوت کو قبول کیا، جس کا تفصیلی ذکر انھوں نے جام نور کے عالم ربانی نمبر میں اپنی تاثراتی تحریر میں کیا ہے۔

علمی کاموں کا اعتراف:

عالم ربانی قدس سرہ جماعت میں علمی و تحقیقی انقلاب کے خواہاں تھے، اس لیے، جماعت میں جب بھی انفرادی، تنظیمی یا ٹیم ورک کی شکل میں کوئی علمی کام سامنے آتا آپ بہت خوش ہوتے اور بڑی کشادہ قلبی کے ساتھ اس کا نہ صرف اعتراف کرتے بلکہ براہ راست ملاقات میں یا مراسلت کے ذریعے مصنف کو مبارک باد پیش کرتے۔ یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک حوالہ نقل کرنے پر اکتفا جا رہا ہے، مولانا صدر الوری قادری مصباحی (صدر شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور) آپ کی وسعت ظرفی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا موصوف کے اندر ایک بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ وہ اپنے سینے میں بہت کشادہ دل رکھتے تھے، کسی نے کوئی علمی و تحقیقی کام کیا تو پوری وسعت ظرفی کے ساتھ اس کا اعتراف کرتے اور گراں قدر کلمات تحسین لکھ کر اسے روانہ بھی کر دیتے، خود میں نے جب ”التنبیہ المسدد علی مافی التعلیق الممجد“ کا کام کیا جس میں مولانا عبد الحی فرنگی محلی کی طرف سے مذہب حنفی پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات کتاب و سنت کی روشنی میں دیے اور کتاب منظر عام پر آنے کے بعد ان تک پہنچی تو برجستہ انھوں نے مجھے خط لکھا، جس میں تحریر کیا:

”آپ کی کتاب میں نے دیکھی اور اتنی پسند آئی کہ اول تا آخر اسے پڑھا، بڑی تحقیق کے ساتھ آپ نے سارے شبہات کے جوابات دیے ہیں، احناف پر جو ایک قرض تھا آپ نے اسے ادا کر دیا، پوری جماعت احناف کی طرف سے آپ لائق تحسین و تبریک ہیں۔“ (عالم ربانی نمبر ص 187)

علمی تسامحات کی نشاندہی:

عالم ربانی قدس سرہ کا ذوق مطالعہ بہت بلند تھا، ہمیشہ مطالعہ و تحقیق کے لیے نئے آفاق کی تلاش میں رہتے، دوران مطالعہ اہل علم کی

کوئی علمی فروگزاشت نظر آتی ، بہت سنجیدہ اسلوب میں اس سے آگاہ کرتے جس میں اصلاح کا جذبہ کار فرما ہوتا، کسی قسم کی تنقیص یا تضحیک کا پہلو راہ نہیں پاتا۔ تنقید کے سلسلے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب بڑوں کی تحریروں پر نقد فرماتے تو اس میں احترام و تکریم کا پہلو نمایاں ہوتا ،اور جب آپ اپنے معاصرین یا نئی نسل کی تحریروں پر تنقید کرتے، تو اس میں شفقت و محبت کا عنصر غالب ہوتا، ساتھ ہی اس بات کا لحاظ رکھتے کہ تنقید سے حوصلہ شکنی نہ ہو بلکہ ان کے اندر مزید اچھا کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

علمی و تحقیقی تنقید کے علاوہ ادبی تنقید میں بھی آپ کی شخصیت بہت بلند تھی، خامہ تلاشی میں آپ نے اصحاب قلم کی تحریروں اور ارباب شعر و سخن کے رشحات سخن پر جو ادبی گرفت کی ہے وہ لسانیات و محاورات پر آپ کی ہمہ جہتی اور بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جسے خامہ تلاشی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔آپ کی تنقیدیں جماعتی سطح پر بہت پسند کی گئیں، اسلوب نقد کو سراہا گیا، اور اہل علم نے بجا طور پر آپ کو ”ممتاز ناقد و محقق“ کے عظیم خطاب سے یاد کیا۔

کتب خانہ قادری کے ذخیرہ مخطوطات سے قلمی نوادرات کی فراہمی:

کتب خانہ قادری، خانوادہ عثمانیہ بدایوں کی آبائی لائبریری ہے۔ جتنی قدیم تاریخ مدرسہ قادریہ کی ہے اتنی ہی قدیم تاریخ کتب خانہ قادری کی بھی ہے۔ یہ لائبریری 15000 / پندرہ ہزار قدیم و جدید مطبوعات کے ساتھ ہزاروں نادر و نایاب مخطوطات سے مالا مال ہے۔ ہر دور میں خانوادہ قادریہ کے اس علمی ذخیرے سے اہل علم استفادہ کرتے رہے ۔خانقاہ قادریہ کی اس علمی لائبریری سے جو کوئی بھی استفادے کے لیے حاضر ہوا، اہل خانقاہ نے بڑی کشادہ قلبی کے ساتھ لائبریری سے استفادہ کے اصول کے مطابق مواقع فراہم کیے، محققین کی ایک بڑی تعداد ہے خانوادہ عثمانیہ کی علم دوستی، کشادہ قلبی، بلند اخلاق اور مہمان نوازی کا اعتراف کیا ہے ۔راقم کی سعادت مندی کہ 9/ اگست 2018ء سے کتب خانہ کی خدمت پر مامور ہے، اس درمیان ہندو بیرون ہند کے درجنوں افراد ہیں جو اپنے مقالہ تحقیق کے لیے مواد کی تلاش یا اپنے کسی علمی کام کے لیے لائبریری سے استفادے کی غرض سے تشریف لائے، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی کو نامراد واپس کیا گیا ہو۔ جس کے کچھ نمونے ذیل میں قلم بند کیے جا رہے ہیں۔

❋— مولانا سید محمد حسین بدایونی [م 1918] نے 1899ء میں مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء لکھی، یہ متحدہ ہندوستان کے علما کا اردو زبان میں مبسوط تذکرہ ہے۔ جس وقت یہ کتاب لکھی گئی خانقاہ قادریہ کی مسند سجادگی پر سرکار صاحب الاقتدار حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ تشریف فرما تھے۔ تذکرہ نگار نے آپ سے مواد کی فراہمی کی گزارش کی، سرکار نے فراخ دلی کے ساتھ ان کا تعاون کیا، جس کا ذکر انھوں نے کتاب میں اس طرح کیا ہے:

”تحریر تاریخ [مظہر العلما] میں راقم کے خاص طور پر معاون رہے۔“(تذکرہ علمائے ہندوستان، [مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء]، ص265، ادارہ فکر اسلامی دہلی 2018ء)

❋— 1960ء میں جب پروفیسر ایوب قادری ”تذکرہ علمائے ہند (فارسی)“ مولفہ مولوی رحمن علی (1335ھ/1905ء) کے ترجمہ، ترتیب اور حاشیے کا کام کر رہے تھے، تو قدیم تذکروں کی تلاش میں بدایوں پہنچے۔ اس وقت خانقاہ قادریہ کی مسند سجادگی پر تاج دار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری قدس سرہ کے متمکن تھے ،انھوں نے آپ سے مواد کی فراہمی کی گزارش کی، آگے انھی کا تاثر پڑھیے ،تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ) کے پیش لفظ میں ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ عبدالحمید السالم میاں سجادہ نشین درگاہ قادریہ بدایوں اور مولوی عبدالمجید اقبال میاں کی عنایت سے مدرسہ قادریہ کا نادر کتب خانہ دیکھنے کو ملا، جس میں تقریباً دس ہزار کتابیں ہوں گی، جن میں سے چار ہزار کے قریب تو صرف مخطوطات ہیں۔“

(تذکرہ علمائے ہند، ص:27، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی)

پروفیسر ایوب قادری نے 1981ء میں مظہر العلما میں شامل 677/ علما و ادبا میں سے اکسٹھ (61) علما کا انتخاب کرکے اس پر چند سطری تعارف اور مختصر حواشی لکھے اور اسے سہ ماہی العلم کراچی (شمارہ اکتوبر تا دسمبر 1981ء) میں ”مظہر العلما: تیرہویں اور چودہویں ہجری کے 61/ علما“ کے عنوان سے شائع کروایا۔ ظاہر ہے کہ یہ علمی مواد کتب خانہ قادریہ ہی سے آپ کو فراہم کیا گیا ہوگا، لیکن اس کا ذکر انھوں نے اپنے مضمون میں نہیں کیا ہے۔

❋— 1984ء میں خیر الاذکیا مولانا محمد احمد مصباحی (جامعہ اشرفیہ مبارک پور) اپنے چند احباب کے ساتھ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف تشریف لائے اور تاج دار اہل سنت قدس سرہ سے قصیدتان رائعتان (عربی) کے فراہمی کی درخواست کی، جس کا واحد قلمی نسخہ کتب خانہ قادری میں

محفوظ تھا، دینے کی درخواست کی، آپ نے فراخ دلی کے ساتھ نسخہ عطا فرمایا، جس کا عکسی ایڈیشن المجمع الاسلامی مبارک پور سے شائع کیا گیا، جب کہ مذکورہ قصائد کا یہ واحد قلمی نسخہ تھا جو کتب خانہ قادریہ میں محفوظ تھا۔

❊— اگست 2011ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے ڈیڑھ سو سالہ یوم وصال کی مناسبت سے "ڈیڑھ سو سالہ یادگاری جشن" کے موقع پر ڈاکٹر خوشتر نورانی نے "علامہ فضل حق خیر آبادی: چند عنوانات" کے نام سے ایک علمی و تحقیقی کتاب قلم تصنیف کی جس کے مواد کے سلسلے میں بدایوں شریف حاضر ہوئے۔ عالم ربانی قدس سرہ نے آپ کو لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات سے خانوادہ خیر آباد کے درج ذیل مخطوطات استفادے کے لیے مرحمت فرمائے۔ 1- امتناع النظیر، 2- تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، 3- ہدیہ سعیدیہ، 4- حاشیہ قاضی مبارک، 5- مجموعہ قصائد، 6- علامہ فضل حق، 7- فتویٰ تردید حیدر علی ٹونکی، 8- مجموعہ مکاتیب۔

ڈاکٹر خوشتر نورانی نے اپنی مذکورہ کتاب کے ص 157 تا 159 پر مذکورہ بالا قلمی کتابوں کا جامع تعارف کرایا ہے۔

❊— مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (پاکستان) کتب خانہ قادری کے ذخیرہ مخطوطات سے عالم ربانی کے علمی تعاون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جن دنوں میں الازہر یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہا تھا علامہ اسید الحق صاحب نے مجھے بتایا کہ مدرسہ قادریہ بدایوں شریف کی لائبریری میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالی کے قصائد کا ایک مجموعہ موجود ہے، میں نے جھٹ سے گزارش کی کہ مجھے اس کی کاپی عنایت ہو۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہندوستان سے واپس آئے تو انھوں نے علامہ خیر آبادی کے قصائد کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی۔ میں نے شکریہ ادا کیا تو انھوں نے بڑی آہستگی سے فرمایا: "یہ کئی وجہ سے تو میرا فرض تھا۔"......یہاں لاہور میں ایسے کئی علم دوست احباب ہیں جن کے ساتھ صاحبزادہ مولانا اسید الحق صاحب کا معاملہ بہت مشفقانہ رہا ہے۔ خاص طور پر وہ کسی کے ساتھ بھی علمی تعاون سے گریز نہیں کرتے تھے، بلکہ انھیں اتنا نوازتے تھے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔" (عالم ربانی نمبر ص 210)

❊— مولانا ذوالفقار خاں نعیمی کو عالم ربانی قدس سرہ نے کتب خانہ قادری کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ تحفہ حنفیہ پٹنہ، اور اہل فقہ کی سبھی سالانہ اصل فائلیں علمی کام کے لیے عنایت کیں، جن کو کئی ماہ انھوں نے اپنے پاس کاشی پور رکھا، جب انھوں نے اپنے کام کی چیزیں یا مطلوبہ مواد حاصل کر لیے تو انھیں بحفاظت واپس کیا۔ ان رسائل و اخبار میں جن شماروں کی دو کاپیاں تھیں، ان کی خواہش پر ایک ایک کاپی انھیں عنایت کر دیں۔ اسی طرح مولانا نعیمی نے جب دافع الفساد عن مراد آباد پر کام کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا تو اس کی زیراکس کاپی عنایت کی۔ چناں چہ مولانا نے عالم ربانی قدس سرہ کی علمی دریادلی کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

"یہ علمی سخاوت کی بہت بڑی مثال ہے، ورنہ میں نے ہندوستان میں بہت سے لوگوں کو دیکھا، کسی اخبار یا نادر رسالہ کی زیارت بھی نہیں کراتے، دینا تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ علمی سخاوت انھیں اپنے معاصرین پر فوقیت دیتی ہوئی نظر آئی۔" (عالم ربانی نمبر ص 232)

❊— مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء کا معلوم واحد قلمی نسخہ کتب خانہ قادری میں موجود تھا، جس سے متعدد محققین نے اپنے اپنے عہد میں استفادہ کیا اور اس کے حوالے اپنی تحریروں میں دیے، جن محققین نے اس سے استفادہ کیا ان میں نمایاں نام پروفیسر ایوب قادری اور ماہر القادری کا ہے، آخر الذکر نے قلمی نسخہ [مخزونہ کتب خانہ قادری] کے اندرونی صفحہ پر اپنے قلم سے تذکرے کی اہمیت و افادیت پر ایک تاثراتی تحریر بھی لکھی ہے جس کے نیچے ماہر القادری کا دستخط اور 2/مارچ 1962ء تاریخ بھی مرقوم ہے۔

ڈاکٹر خوشتر نورانی نے اسی نایاب مخطوطے کو اپنے مقالہ تحقیق کا موضوع منتخب کیا جس پر 2018ء میں انھیں دہلی یونیورسٹی سے پروفیسر محمد کاظم صاحب کی نگرانی میں Ph.D کی ڈگری تفویض ہوئی اور یہ نایاب قلمی سرمایہ ہندوپاک سے اسی سال "تذکرہ علمائے ہندوستان" کے نام سے اشاعت پذیر ہوا۔ ڈاکٹر خوشتر نورانی صاحب کو یہ مخطوطہ موجودہ صاحب سجادہ وارث علوم سیف اللہ المسلول جانشین تاج دار اہل سنت حضرت شیخ عبد الغنی محمد عطیف میاں قادری دامت برکاتہم القدسیہ کے توسط سے ملا اور یہ نایاب تذکرہ علمی دنیا میں متعارف ہوا۔ اس نایاب مخطوطے پر علمی کام کے درمیان متعدد حوالہ جاتی کتب کی ڈاکٹر صاحب کو ضرورت پڑی جو کتب خانہ قادری کے ذخیرہ نوادرات میں موجود تھی، ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر جانشین تاج دار اہل سنت نے وہ ساری کتابیں ان کے نام لائبریری سے جاری کروائیں، جنھیں انھوں نے کام کی تکمیل کے بعد بحفاظت لائبریری کو واپس کیں۔

متن حدیث کی بازیافت: تحقیق و تخریج کے علمی سفر میں بعض مواقع پر تلاش بسیار کے باوجود اصل ماخذ یا مراجع تک رسائی نہیں

ہوپاتی، علمی تحقیق میں ایسا دشوار گزار مرحلہ آتا ہے، ایسے مواقع پر محقق علمی دیانت اور اصول تحقیق کی رعایت کرتے ہوئے بیاض چھوڑ دیتا ہے ،جس کی تکمیل علمی تعاون کے پیش نظر تحقیق کار کے معاصر محقق یا بعد کے اہل علم کرتے ہیں۔عالم ربانی قدس سرہ نے اس طرح سے بھی کئی اہل علم کا تعاون کیا، تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے بطور نمونہ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ مولانا محمد حنیف خاں بریلوی نے فاضل بریلوی کی کتابوں سے احادیث اور تفاسیر کا ذخیرہ اخذ کرکے تقریبا دس جلدوں میں جامع الاحادیث کے نام سے کتاب مرتب کی۔ایک مقام پر ایک حدیث کا ترجمہ تو ملا مگر اس حدیث کا متن نہیں ملا، انہوں نے ازراہ دیانت اس مقام پر بیاض چھوڑ دی کہ اگر کسی محقق کو حدیث مل جائے تو اسے رقم کر دیں اور مرتب کو مطلع فرمادیں۔اس پر عالم ربانی قدس سرہ کی نظر پڑی، آپ نے معمولی محنت سے متن حدیث کی بازیافت کی اور مولانا حنیف صاحب کو مطلع کیا۔اس کے علاوہ اسے ماہ نامہ ”جام نور“ دہلی میں بھی اشاعت کے لیے ارسال کیا، اور ”متن حدیث کی بازیافت“ کے عنوان سے آپ کی یہ علمی تحریر جام نور شمارہ نومبر 2005ء میں اشاعت پذیر ہوا۔

تاج الفحول اکیڈمی کی مطبوعات اہل علم کی خدمت میں ہدیہ:

تاج الفحول اکیڈمی، خانقاہ قادریہ کا ایک ذیلی شعبہ ہے جو تحقیق، تخریج، تصنیف و تالیف، ترتیب و ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں چار دہائیوں سے مسلسل خدمات انجام دے رہا ہے۔اکیڈمی سے 2007ء تا 2014ء تقریبا 120 رکتابیں عالم ربانی شیخ اسید الحق قادری کی علمی قیادت میں منظر عام پر آئیں۔آپ کا معمول تھا کہ اکیڈمی کے زیر اہتمام جو بھی کتابیں اشاعت پذیر ہوتیں، آپ انھیں ہندوستان بھر کی اہم شخصیات اور لائبریریوں اور مدارس میں بطور ہدیہ بھیجتے، عالم ربانی قدس سرہ کی علمی فیاضی پر بہت سے حضرات ڈاک خرچ یا کتابوں کی قیمت ادا کرنے کی خواہش ظاہر کرتے جس پر آپ فرماتے کہ میرے والد گرامی فرماتے ہیں کہ ہم علم کے خادم ہیں کتب فروش نہیں۔

یہ سلسلہ خیر آپ کی شہادت کے بعد آپ کے برادران عزیز جانشین تاج دار اہل سنت حضرت شیخ عبد الغنی محمد عطیف میاں قادری دامت برکاتہم القدسیہ [زیب سجادہ خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف] اور فاضل علوم اسلامیہ حضرت مولانا فضل رسول محمد عزام قادری مدظلہ کی قیادت و نگرانی میں جاری ہے۔

❋❋❋

(ص:21 کا بقیہ) ایک سے زیادہ نہ پہنیں اور اس ایک انگوٹھی میں بھی نگینہ ایک ہی ہو ایک سے زیادہ نگینے نہ ہوں اور بغیر نگینے کے بھی نہ پہنیں نگینے کے وزن کی کوئی قید نہیں۔ چاندی یا کسی اور دھات کا چھلہ یا چاندی کے بیان کردہ وزن وغیرہ کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی یا چھلہ نہیں پہن سکتے۔

* نماز فجر محلہ کی مسجد میں پڑھنا * عید الفطر کی نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا تین، پانچ، سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالیں۔

* نماز عید عید گاہ میں ادا کرنا * عید گاہ پیدل جانا * سواری پر بھی جانے میں کوئی حرج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قدرت ہو اس کے لیے پیدل جانا افضل ہے اور واپسی میں سواری پر جانے میں حرج نہیں * نماز عید کے لیے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا * عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔

افضل تو یہی ہے مگر عید کی نماز سے قبل نہ دے سکے تو بعد میں دے دیں۔

* خوشی ظاہر کرنا * کثرت سے صدقہ دینا * عید گاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا * آپس میں مبارک باد دینا * بعد نماز عید مصافحہ اور معانقہ جیسا کہ عموماً مسلمانوں میں رائج ہے بہتر ہے کہ اس میں اظہار مسرت ہے (بہار شریعت)

* عید الضحیٰ تمام احکام میں عید الفطر کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے مثلاً بقر عید میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے چاہے قربانی کرے یا نہ کرے اور اگر کھالیا تو کراہت بھی نہیں * عید الفطر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ سے تکبیر کہیں اور نماز عید الضحیٰ کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ تکبیر یہ ہے:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

ترجمہ: اللہ رب العزت بہت بڑا ہے۔اللہ رب العزت بہت بڑا ہے۔اللہ رب العزت کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ رب العزت بہت بڑا ہے اللہ رب العزت بہت بڑا ہے اور اللہ رب العزت ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔

اللہ رب العزت ہمیں عید الفطر کی خوشیاں سنت کے مطابق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❋❋❋

ذکرِ جمیل

حضرت مخدوم اعظم کاسانی قدس سرہ

مہتاب پیامی

ولادت باسعادت:

مخدوم اعظم، سید جلال الدین احمد الکاسانی الدہبادی کی ولادت 1461ء میں وسط ایشیا میں ازبکستان کے شہر کاسان میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں، مشہور عالم دین اور برخان الدین کیلیچ کی اولاد ہیں آپ کے خاندانی احوال کا تذکرہ "جماعۃ المقومات، رویۃ القدس" اور دیگر کتابوں میں تفصیل سے مرقوم ہے۔ آپ کی شہرت ماہرِ الٰہیات اور صوفی کی حیثیت سے ہے، آپ دہبیدیہ مکتب کے بانی اور ایک بڑے نظریہ دان تھے اور سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات کے فروغ میں آپ کا اہم کردار رہا۔

تحصیلِ علم:

ایامِ جوانی میں مخدوم اعظم نے تاشقند کے ایک مشہور مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور وسطی ایشیا میں سلسلۂ نقش بندیہ کے ممتاز پیر کامل خواجہ اخر قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ خواجہ اخر کی وفات کے بعد، مولانا محمد قاضی قدس سرہ (متوفی 922ھ/1516ء) سے تصوف کی تعلیمات حاصل کیں اور سلسلۂ نقش بندیہ میں ممتاز حیثیت کے حامل ہوئے۔

خدمات:

مخدوم اعظم 1533 یا 1534ء میں فرغانہ سے کاشغر چلے گئے وہاں انھوں نے سلسلۂ نقش بندیہ کی تعلیمات کی تبلیغ کی۔ محمد صادق کاشغری تحریر کرتے ہیں کہ کاشغر میں مخدوم اعظم کی کافی توقیر کی جاتی تھی، کاشغر کے خانوں نے انھیں جائدادیں بھی دے رکھی تھیں۔ زندگی کے آخری ایام انھوں نے سمرقند میں گزارے اور وہیں 1542ء میں ان کی وفات ہوئی۔

اس دور کے امرا، رؤسا اور حکمراں طبقہ کے لوگ حضرت مخدوم اعظم کو اپنا روحانی پیشوا اور مرشد مانتے تھے۔ ان میں امیر تیمور کا نام سرِ فہرست ہے۔ شاعر اور حکمراں ظہیر الدین محمد بابر بھی آپ کے مداحوں میں شامل تھا۔ "طریخ راشدی" میں مرزا محمد حیدر نے بابر اور مخدوم اعظم کے تعلقات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ خود مخدوم اعظم کی ایک مستقل کتاب ظہیر الدین بابر کے تعلق سے ہے جس کا روسی زبان میں ترجمہ "رسولائی بوبوریّہ" (مکتوبات بابری) کے نام سے ہو چکا ہے۔

شیبانیوں کے ایک بڑے فوجی لیڈر جان بیگ سلطان کی خواہش پر، مخدومِ اعظم دگبٹ (ضلع اکداریہ) چلے گئے یہ مقام سمرقند سے 12 کلومیٹر دور وادی میونکل (میسوپوٹامیا) میں ہے، اسی مقام پر انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے، یہاں انھوں نے دس باغ لگائے۔ سمرقندی زبان کا لفظ "دگبیت"، واضح طور پر فارسی "دھبید" کا ہم معنی ہے۔ بید ایک درخت کا نام ہے جو عموماً پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی ٹہنیاں پتلی اور نازک ہوتی ہیں۔ اس کی ٹہنیوں کی چھال سے کرسیاں وغیرہ بنتے ہیں، اسے ہندی میں بیت کہتے ہیں۔ اہل لغت نے اس کی سترہ قسمیں لکھی ہیں ان درختوں کی شاخوں میں از حد خمیدگی اور لچک پائی جاتی ہے اور شاخیں بھی اکثر لمبی اور سیدھی ہوتی ہیں۔

بعد میں اسی مقام پر انھوں نے بیس ہیکٹیئر سے زیادہ رقبے میں ایک اور بہت بڑا باغ لگایا۔ یہ پیشے سے کسان اور باغبان تھے، اسی پیشے میں رہتے ہوئے انھوں نے تبلیغِ دین کا کام سرانجام دیا۔ ان کا ایک قول بہت مشہور ہے:

"انسان مذہب کے لیے نہیں بنایا گیا، بلکہ مذہب انسان کے لیے بنایا گیا ہے"۔

تصنیف و تالیف:

خواجہ مخدوم اعظم نے بہت ہی اہم تحریری خدمات انجام

دیں۔ اسلام اور تصوف کے نظریاتی اور عملی مسائل، دینیات، اخلاقیات، فلسفہ، ادب اور تاریخ پر آپ کی تقریباً 30 کتابیں، یادداشتیں اور مکتوبات محفوظ ہیں لکھے۔

فلسفہ، ارضیات اور علمِ قانون کے متعلق بھی انھوں نے فارسی اور تاجک زبان میں 30 سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ اس طرح ان کی کل تصنیفات کی تعداد 60 سے زیادہ ہے، کچھ کتابیں نایاب ہیں، کچھ کی اشاعت اور مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ ازبکستان کی اکیڈمی آف سائنسز کے انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز نے ان کی بہت سی تصنیفات کو محفوظ کر رکھا ہے، جن میں سے ایک کتاب تو 668 صفحات پر مشتمل ہے۔

مخدوم اعظم موسیقی کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ موسیقی خوشی اور مسرت کی علامت ہے وہ درویشوں کی مجالس میں رقص، موسیقی اور قوالی کے زبردست حامی تھے۔ آپ کو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ اور مثنوی شریف سے خصوصی انس تھا۔ (خازی نور خازی۔ 248: 1993)

آپ کی چند اہم تصانیف کے اسماحسب ذیل ہیں:

اسرار النکوع، رسولائی سمویا، رسولائی وزھودیہ، رسولائی ودوب، ناسخ الصلوٰۃ والسلام، شرح الصلوٰۃ، تنبیہ الصلوٰۃ، شرح ولادۃ سرری انبیچی، نفحات السالکین، رسولائی ذکر، رسولائی بیانی سلسلۃ، رسولائی چھوز کلمہ، رسولائی سلسلۃ الصدیقین، رسولائی میروت اُس صفو، رسولائی گلی نوروزی، غزالیوتی کوییمی، رسولائی میروث العاشقین، رسولائی بوبوریا۔

مخدوم اعظم کا مقبرہ اور مقبرہ سے متّصل مسجد کی تعمیر سمرقند میں بخارا کے خان کے گورنر امیر بہادر بے نے کروائی تھی۔

مؤرخ "کوملخان کتائیف" کی کتاب "مخدوم اعظم اور دھبید" میں ان کی قبر سے متّصل دیگر مقبروں کی فہرست بھی موجود ہے۔ ہم یہاں مقبروں کی اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں:

(1)- حضرت مخدوم اعظم (متوفی 1542ء)

(2)- حضرت محمد امین (خواجہ کالون خواجہ، وفات 1596ء)

(3)- حضرت خواجہ خدام (متوفی 1635ء)

(4)- حضرت خواجہ موسیٰ بن خواجہ خشم (متوفی 1642ء)

(5)- حضرت مسوخان خواجہ ابن اسوہد زئی دگبیدی (وفات 1776ء)

(6)- حضرت خان خواجہ ابن موسیٰ خنخوزئی دہبیدی (متوفی 1784ء)

(7)- اولیخوزدہ ابن خنخودزہ (وفات 1802ء)

وہاں دیگر لوگوں کی بھی قبریں ہیں، جن کے اسماحسب ذیل ہیں:

1. یلنگت شبی بہودیر بن بویہوجیبی- 1066 ھ/ 1655-56ء۔
2. امیر سلطان کش- 1067ھ/1656ء۔
3. شہزادی اقلیمہ بانو یلنگت شبی کیزی - 1068 ھ/ 1657ء۔
4. شہزادی اوئی بی بی، سال 1077ھ/1666ء۔
5. شاہ خدائیت ابن شاہ قاسم - 1079 ھ/1668ء (افغانستان کا شاہ)۔
6. شاہ سعادت ابن شاہ خدائیت - 1100 ھ/ 1688ء، (افغانستان کا شاہ)۔

مؤرخ کوملخان کتائیف کی کتاب "مخدومی اعظم اور دھبید" کے مطابق، 1901 میں اس وقت کے سمرقند کے عارضی گورنر جنرل جارج الیکسیو یچ آراندرینکو کے حکم سے، قبرستان میں دفن آخری شخص مخدوم اعظم کی نسل کا ایک فرد سید اکرم خان دھبیدی ابن اولیخوزہ ابن خنخوجہ تھا۔

اولاد:

مخدوم اعظم کے سات بیٹے تھے، ان میں سے دو مذہبی تحریکوں کے بانی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ چھوٹے اسحاق ولی اور بڑے عشان کلیان، ان دونوں نے بعد میں ایک دوسرے کے مخالف کیمپ بنائے۔ اسحاق ولی نام نہاد مونٹی نیگریز (کراتاگلی) کا، جب کہ عشان بیلوگورسک گروپ (اکتاگلی) کا بانی تھا۔ دونوں گروپوں کے حامیوں کے درمیان اسحاق ولی اور امام عشان کلیان کی اولاد میں جدوجہد تیز ہوئی، یہ جدوجہد عشان کلیان کے پوتے محمد یوسف خواجہ کے بیٹے خواجہ اپاک کے دور میں اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

مخدوم اعظم کے سب سے چھوٹے بیٹے خواجہ اسحاق وسطی

ایشیا میں کاسان کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ وہ یارقند خان سلطان عبدالکریم خان (1592-1570) کے دور میں کاشغر آئے۔ خواجہ اسحاق نے سمرقند میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ انھیں ایغور زبان پر بھی عبور حاصل تھا، انھوں نے ایران اور افغانستان کا سفر کیا، آہستہ آہستہ ان کے پیروکاروں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔

انھوں نے مشرقی ترکستان، کاشغر، یارقند اور دیگر شہروں میں بڑے پیمانے پر تصوف کو فروغ دیا۔ خان عبدالرشید خان جو اس وقت کافی اثر ورسوخ کا مالک تھا اور اس نے مذہب کو اقتدار سے الگ کرنے کی پالیسی پر عمل کیا تھا لیکن وہ بھی خواجہ اسحاق کی گہری معلومات کے پیش نظر ان کو اپنا استاد مانتا تھا۔ جب ہوجا میں اس کی اقتصادی پوزیشن مضبوط ہوئی اور اس کے سیاسی کردار میں اچھال آیا تو وہ اسحاق خواجہ کی مخالفت کرنے لگا آخر کار حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ وہ مختلف سطحوں پر اپنی سیاسی طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا، اس طرح رفتہ رفتہ خواجہ اور یارقند خانیت کے درمیان شدید تضاد پیدا ہو گیا۔ عبدالکریم خان نے مطالبہ کیا کہ خواجہ اسحاق کو 2-3 دن کے اندر ملک چھوڑ دینا چاہیے۔ بالآخر خواجہ اسحاق یارقند چھوڑ کر اسیک کل کرغیز اور قازقوں کے درمیان آباد ہوئے، بعد میں جب سیاسی حالات معتدل ہوئے تو وہ سمرقند پہنچے اور 1599ء میں وہیں انتقال ہو۔

مخدوم اعظم کے پوتے خواجہ یوسف اور ان کے بیٹے ہدایت اللہ آفاق خواجہ (اپک خواجہ) 1626ء میں کومول میں پیدا ہوئے۔ خواجہ یوسف کی وفات کے بعد خواجہ آفاق نے انھیں کاشغر یگدو کے علاقے میں دفن کیا اور اپنے والد کے لیے ایک شاندار مقبرہ بنوایا۔

کاشغر کے ممتاز محققین اور وسطی ایشیا کے سیاحوں چوہدری ولیخانوف، ایم وی پیوتسوف اور دیگر نے تحریر کیا ہے کہ خواجہ آفاق نے اپنے تقویٰ اور تصوف کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ اور پیرِ کامل کے طور پر نہ صرف مشرقی ترکستان بلکہ پورے مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیا میں ان کی شہرت ہوئی، اس ممتاز عالم دین اور صوفی کے بارے میں روسی سیاح M.V. Pevtsov نے لکھا ہے:

"مشرقی ترکستان اور پڑوسی مسلم ممالک کے بہت سے نوجوان ان کی رہنمائی میں نجات کی طلب میں جوق در جوق کاشغر تشریف لاتے تھے۔"

سترہویں صدی کے نصف اخیر میں خواجہ آفاق کی بدولت کاشغر اور قرب و جوار میں بڑی تیزی سے سلسلہ نقش بندیہ کو فروغ حاصل ہوا، ترکستان کے عظیم شاعر بابوراہم (1711-1640) آفاق خواجہ کے ہی شاگرد تھے۔

آفاق خواجہ 1660 کی دہائی میں کاشغر میں برسراقتدار آئے، لیکن مونٹی نیگریز کے قبیلے کے خلاف لڑائی میں شکست کے نتیجے میں وہ مشرقی ترکستان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور چین کے شہر گانسو (شنگھائی) چلے گئے۔ وہیں سے انھوں نے کشمیر اور تبت کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔ کہا جاتا ہے کہ تبت میں، انھوں نے دلائی لامہ پنجم اور زنگروں کے ساتھ ایک سیاسی اتحاد کیا، معاہدے کے مطابق، زنگروں کی مدد سے، وہ 1678ء میں کاشغر کے اقتدار میں واپس آئے۔ جدید ایغور تاریخ نگاری میں، آفاق خواجہ کو ایک منفی شخصیت مانا جاتا ہے۔

آفاق خواجہ کی موت کے بعد، اس کی اولاد خواجہ آق طاغ اور اس کے جانشینوں نے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عرصے تک کاشغر میں اہم کردار ادا کیا۔

مخدوم اعظم کی نسل میں سے خورشید داورون اور کوملخان کتائیف اہم ادبی شخصیات ہیں۔ خورشید داورون ازبکستان کے عوامی شاعر، ڈرامہ نگار، مصنف، مورخ، مترجم، ٹی وی صحافی، تصوف، سمرقند، ترکستان، عظیم تیمور اور تیموریوں کی تاریخ کے سرکردہ ماہرین میں سے ایک ہیں۔ ان کی نظمیں اور کتابیں آذربائیجان، پولینڈ، بلغاریہ، روس، ترکی، فرانس، سپین، امریکہ، انگلینڈ، جاپان، میکسیکو، تاجکستان، کوریا اور دنیا کے دیگر ممالک میں شائع ہو چکی ہیں۔

کوملخان کتائیف سمرقند سے تعلق رکھنے والے ایک مشہور سائنسدان، تاریخ دان اور محقق ہیں۔ مخدوم اعظم کی زندگی اور کارناموں کے متعلق ان کی 10 سے زیادہ کتابیں ہیں۔ ازبکستان کے عوامی آرٹسٹ مبارک بلداشیف، اور سید کومل عمروف بھی مخدوم اعظم کاسانی ہی کی نسل سے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

دنیا میں اسلام کی مقبولیت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

* مئی 2024 کا عنوان — محرم کے بغیر خواتین کا سفرِ حج
* جون 2024 کا عنوان — سیرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

مسلم امہ دشمن طاقتوں کی آلۂ کار بننے کے بجائے اتحاد کا مظاہرہ کرے

از: ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ

گزشتہ چند سالوں میں اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 1990ء سے 2000ء کے دوران ایک کروڑ 25 لاکھ سے زائد افراد اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کر چکے ہیں جبکہ 2001ء میں نائن الیون واقعہ کے بعد امریکہ سمیت دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد دگنی ہو چکی ہے اور قرآن پاک دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بن چکی ہے۔ حال میں سعودی عرب میں متعیّن برطانوی سفیر سائمن کولینز کے قبول اسلام نے مغرب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ عراق اور شام سمیت کئی اسلامی ممالک میں سفارتی خدمات انجام دینے والے سائمن کولینز وہ پہلے برطانوی سفارتکار ہیں جنہوں نے گزشتہ دنوں اسلام قبول کرکے اپنی شامی نژاد اہلیہ ہدیٰ مجارکیش کے ساتھ حج ادا کیا اور اس طرح وہ اسلام قبول کرنے والی مقبول شخصیت بن گئے۔ اِن سے قبل سابق برطانوی وزیرِاعظم ٹونی بلیر کی سالی لورین بوتھ نے اسلام قبول کرکے عالمی میڈیا کی توجہ حاصل کی تھی۔

دنیا میں جن سربراہانِ مملکت نے اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کیا، اُن میں قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بائیوف اور گبون کے صدر عمر بونگو شامل ہیں۔ نذر بائیوف سوویت دور میں لادین رہے تاہم اسلام قبول کرنے کے بعد وہ راسخ العقیدہ مسلمان ثابت ہوئے اور انہوں نے حج بھی ادا کیا۔ تقریباً 42 سال (1967ء سے 2009ء) تک گبون کے صدر رہنے والے البرٹ برنارڈ بونگو نے 1973ء میں دورہ لیبیا کے موقع پر اسلام قبول کرکے اپنا نام عمر رکھا، اُن کے اسلام قبول کرنے سے گبون میں مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اسی طرح یوگینڈا کے سابق صدر عیدی امین نے کیتھولک عیسائیت ترک کرکے اسلام قبول کیا۔ اس کے علاوہ اسلام قبول کرنے والی دیگر عالمی شخصیات میں 3 بار عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چمپئن رہنے والے محمد علی کلے بھی شامل ہیں جنہوں نے 1964ء میں اسلام قبول کیا۔ اس سے قبل اُن کے بھائی روڈی کلے نے 1961ء میں اسلام قبول کیا تھا جو محمد علی کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنے۔ حال ہی میں محمد علی کی وفات کے بعد اُن کی اسلامی طریقے سے تدفین کی گئی جس میں دنیا کے کئی سربراہانِ مملکت اور نامور شخصیات نے شرکت کی۔ محمد علی کے علاوہ عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چمپئن مائیک ٹائی سن (ملک عبدالعزیز) بھی دورانِ قید اسلام قبول کر چکے ہیں جنہوں نے بعد ازاں فریضہ حج بھی ادا کیا۔

اسی طرح اگر ماضی میں دیکھا جائے تو بانی پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناح کی دوسری اہلیہ رتن بائی نے پارسی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا جبکہ معروف پاکستانی شاعر فیض احمد فیض کی اہلیہ ایلس نے

1930ء کی دہائی میں فیض احمد فیض سے شادی کے بعد اسلام قبول کیا۔ عالمی شہرت یافتہ پاکستانی کرکٹر محمد یوسف (یوسف یوحنا) نے عیسائیت ترک کرکے اسلام قبول کیا۔ جمائما خان نے 1995ء میں پاکستان کے سابق ٹیسٹ کرکٹر عمران خان سے شادی کے بعد اسلام قبول کیا۔ عالمی شہرت یافتہ برطانوی خاتون صحافی یوون ریڈلے نے افغانستان میں طالبان کی قید سے رہائی کے بعد 2003ء میں اسلام قبول کیا۔

برطانیہ اور فرانس میں گزشتہ دس سالوں کے دوران ایک لاکھ سے زائد افراد اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کرچکے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تر لوگ نسلی امتیاز اور اخلاقی اقدار کے فقدان کی وجہ سے اسلام کی طرف راغب ہورہے ہیں۔ برطانیہ میں تقریباً 7.5 ملین، فرانس میں 5 ملین اور جرمنی میں 4 ملین سے زائد مسلمان مقیم ہیں۔ ان بڑے ممالک کے علاوہ اسپین، اٹلی، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، یونان وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے جن میں اکثریت پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ فرانس سے آزادی حاصل کرنے والے ممالک مراکش، الجیریا اور تیونس نژاد باشندوں کی بڑی تعداد فرانس میں مقیم ہے جن کی آبادی میں 6 فیصد شرح سے اضافہ ہورہا ہے، ان میں اکثریت 20 سے 25 سال کے نوجوانوں پر مشتمل ہے۔

فرانس میں مسلمان آبادی کی تیز گروتھ کے پیش نظر ایک اندازے کے مطابق 2027ء تک فرانس کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہوگا۔ اسی طرح برطانیہ میں گزشتہ 30 سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں 30 گنا اضافہ ہوا ہے جو بڑھ کر 25 لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور اگر برطانیہ کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو آنے والے دنوں میں اسلام برطانیہ کا دوسرا بڑا مذہب بن جائے گا جس کا واضح ثبوت پاکستانی نژاد مسلمان صادق خان کا لندن کا میئر منتخب ہونا ہے۔ یورپی یونین کے ملک بلجیم کی آبادی کا 25 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے جبکہ جرمنی میں گزشتہ ایک سال میں 4 ہزار سے زائد افراد اسلام قبول کرچکے ہیں اور جرمن حکومت نے پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو 2050ء تک جرمنی مسلم اکثریتی ملک بن جائے گا۔

ان اعداد و شمار سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یورپی یونین کے 27 ممبر ممالک کی اوسط شرح پیدائش صرف 1.38 فیصد ہے مگر مختلف ممالک سے یورپی ممالک میں رہائش اختیار کرنے والے مسلمانوں نے یورپ کی گرتی ہوئی شرح پیدائش کو سہارا دے رکھا ہے۔

برطانوی جریدے ''اکنامسٹ'' کی رپورٹ کے مطابق یورپی ممالک اور امریکہ میں اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کرنے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو کئی سالوں سے مسلمانوں کے ساتھ رابطے میں ہیں اور ان کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی بڑی وجہ مغربی معاشرے میں مسلسل پھیلتی ہوئی بے راہ روی اور فحاشی ہے جس سے وہ تنگ آچکے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ یورپی ممالک میں اسلام قبول کرنے والی غیر مسلم خواتین کی اکثریت نے صرف اس لئے اسلام قبول کیا کہ وہ کسی مسلمان بالخصوص پاکستانی مسلمان سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔ دنیا میں مختلف مذاہب کی آبادی کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی 7 ارب 16 کروڑ سے زائد کی مجموعی آبادی تقریباً 31.4٪ (2 ارب 20 کروڑ) عیسائیوں اور 23.2٪ (ایک ارب 60 کروڑ) مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

پیو ریسرچ سینٹر کی رپورٹ کے مطابق 2050ء تک اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا اور مسلمانوں کی آبادی بڑھ کر 2 ارب 76 کروڑ تک جا پہنچے گی جس میں شمالی افریقن اسلامی ممالک کی آبادی کی شرح گروتھ سب سے زیادہ ہوگی۔ دنیا میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر یورپ اور امریکہ سمیت دیگر مغربی ممالک کو یہ خوف لاحق ہے کہ اگر اسلام کے سونامی کو روکا نہ گیا تو وہ ایک دن پورے مغرب کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا، اس لیے یہ مغربی ممالک مسلمانوں کے خلاف ہر وہ اقدام کررہے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی پیش رفت روکنے میں مددگار و معاون ثابت ہوں۔

ان مغربی ممالک کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو تفرقے کی بنیاد پر باہمی طور پر لڑوا کر کمزور کردیا جائے جس کی ایک کڑی شدت پسند تنظیم داعش ہے جو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم امہ دشمن طاقتوں کی آلہ کار بننے کے بجائے باہمی اختلافات بھول کر اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرے۔

***

اسلام کی مقبولیت اور حقانیت

ڈاکٹر محمد طیب خان سنگھانوی

دنیا بھر میں دین اسلام اپنی بھرپور آب و تاب کے ساتھ پھیل رہا ہے اور یکے بعد دیگرے مسلسل اسلام کے مغرب و یورپ اور دیگر ممالک میں انتہائی تیزی کے ساتھ پھیلنے کے واقعات سامنے آتے رہے ہیں اور اب تک غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد مشرف بہ اسلام ہو چکی ہے اور قبول اسلام کا یہ سلسلہ تمام عالم میں آج بھی جاری و ساری ہے۔

عہد جدید میں بھی ایسے کئی خوش نصیبوں کی مثالیں ملتی ہیں جنھیں رب تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسلام کی نعمت سے مالا مال کیا، محمد علی باکسر اور یوسف یوحنا (محمد یوسف) کی مثالیں تو اب پرانی ہوگئیں، حال ہی میں جورام وین کلیورن (Joram Van Klaveren) پر جب اسلام کے حقائق منکشف ہوئے اور حقیقتیں آشکار ہوئیں تو اسلام مخالف کتاب لکھنے والا ہالینڈ کا یہ سیاستدان بھی مسلمان ہو گیا اور ہالینڈ کی سب سے بڑی مسلمان مخالف سیاسی جماعت کے سابق رکن نے اسلام قبول کر لیا۔

جورام وین کلیورن نیدرلینڈ کی دائیں بازو کی سب سے بڑی انتہا پسند جماعت کے دوسرے سیاستدان ہیں جو مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ اسلام مخالف جذبات کی حامل ڈچ سیاسی جماعت "پارٹی فار فریڈم" کے سربراہ گیرٹ وائلڈرز ہیں جنھوں نے رحمۃ اللعالمین، محسن انسانیت ﷺ کے گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ کرانے کا اعلان کیا تھا۔ وین کلیورن اپنے لیڈر گریٹ وائلڈرز کے دست راست اور پارٹی آف فریڈم سے رکن اسمبلی تھے۔

40 سالہ وین کلیورن نے سات برس تک اسمبلی میں اسلام مخالف بل پیش کیے اور مہم چلائی جن میں برقعہ سمیت دیگر اسلامی روایات پر پابندی عائد کرنا بھی شامل ہے۔ وین کلیورن سے قبل اسی سیاسی جماعت کے رکن آرناڈ وارن ڈرون نے اسلام قبول کیا تھا۔

2008ء میں ہالینڈ کے مذکورہ بالا رکن پارلیمنٹ گیرٹ وائلڈرز نے "فتنہ" کے نام سے ایک فلم ریلیز کی تھی، اس فلم کا مقصد یورپ میں اسلام کی مقبولیت کو روکنا تھا جو حاصل تو نہ ہو سکا لیکن اسی سال مارچ کے مہینے میں گیرٹ وائلڈرز کی فریڈم پارٹی کے مرکزی رہنما اور فلم بنانے میں مرکزی کردار ادا کرنے والے سابق رکن پارلیمنٹ آرناڈ وارن نے اسلام قبول کر لیا، انتہائی نادم ہوا اور عہد کیا کہ اپنے اس گناہ کے ازالے کے طور پر پیغمبر انسانیت ﷺ کے پیغام امن کو دنیا بھر میں عام کرے گا۔

جب کہ وین کلیورن نے ایک انٹرویو میں اسلام قبول کرنے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ انھوں نے گزشتہ برس اکتوبر میں اسلام قبول کر لیا تھا اس کی ابتدا اسلام مخالف کتاب لکھنے کے دوران ہی ہوگئی تھی۔ اسلامی کتب کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اسلام کی روشن حقیقتیں آشکار ہوئیں۔ اسلام سے متعلق حقائق کھلتے گئے اور یوں ان کے اسلام دشمنی کے نظریات تبدیل ہو گئے۔

وین کلیورن 2010ء سے 2014ء کے دوران رکن پارلیمنٹ رہے، وہ سابق سیاسی جماعت میں انتہائی اسلام مخالف سیاستدان کے طور پر جانے جاتے تھے۔ انھوں نے اسلام اور قرآن کے متعلق سخت سابقہ بیانات پر شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا وہ اس وقت غلط تھے کیونکہ یہ اس سیاسی جماعت کی پالیسی تھی اور ہر غلط فعل کو اسلام سے جوڑ دیا جاتا تھا۔ انھوں نے 2014 میں وائلڈرز کی جماعت کو اس وقت خیرباد کہا جب مراکشیوں کے خلاف ریلی نکالی اور ان کے خلاف بیانات دیے، پارٹی فار فریڈم کو چھوڑنے کے بعد انھوں نے نئی سیاسی جماعت بنائی لیکن 2017 میں انتخابات میں ناکامی کے بعد انھوں نے سیاست کو خیرباد کہہ دیا۔

خلیجی ممالک میں بھی دنیا بھر سے کام کاج کے لیے آنے والے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی بڑی تعداد کا قبول اسلام کا سلسلہ جاری ہے، دبئی میں قائم ایک ادارے البر سوسائٹی کے مطابق صرف ایک سال کے دوران ان کے مرکز میں 560 افراد مشرف بہ اسلام ہوئے اور اب تک مجموعی طور پر 98 ہزار افراد اسلام قبول کر چکے ہیں، اسلام کی مقبولیت، سچائی اور حقانیت کا عالمی سطح پر

اعتراف کا اندازہ برطانوی حکومت کی ماہانہ مردم شماری سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس کے مطابق وہاں عیسائیت کا تیزی سے خاتمہ ہو رہا ہے جب کہ اسلام مقبولیت میں سب سے آگے ہے۔

رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 2001 میں مسیحی مذہب کے پیروکاروں کی شرح 71.7 فیصد تھی جو کم ہو کر 2011 تک 59.3 فیصد رہ گئی۔ اب برطانیہ میں مسیحی آبادی کی مجموعی تعداد 3 کروڑ 32 لاکھ جب کہ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد 97 لاکھ ہے لیکن جس طرح اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگلے چند ہی عشروں میں اسلام نہ صرف برطانیہ بلکہ پوری دنیا کا مقبول ترین مذہب بن جائے گا۔

گزشتہ دنوں انٹرنیشنل میڈیا پر ایک خبر گردش کر رہی تھی جو کہ پاکستان میں بھی مقامی و قومی اخبارات کی زینت بنی اور الیکٹرانک میڈیا پر بھی اس کا چرچا رہا جس میں بتایا گیا کہ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں امریکی سفارت کار کو عہدے سے برطرف کر دیا گیا، امریکی سفارت کار جوزف ڈسٹیفورڈ کا قبول اسلام ایک ایسا جھٹکا ہے جس سے طاغوتی قوتوں کے محل لرزہ بر اندام ہیں۔

اسلام رسمی عقیدوں اور عبادتوں کا مجموعہ نہیں نہ وہم و گمان، شگون، ٹونے ٹوٹکے، جھاڑ پھونک اور خواب و خیال کی میتھولوجی (Mythology) ہے۔ نہ ہی داستان، قصہ گوئی اور دل بہلانے کا سامان ہے۔ یہ دین اتنا سائنٹفک ہے کہ ''اوسپنسکی Ouspensky'' جیسا مفکر کہہ گزرا کہ ''جو سائنس قرآن کو جھٹلائے وہ باطل ہوگی'' اور گوئٹے جیسا عظیم شاعر اور دانشور کہہ گیا ''اسلام کی تعلیم کبھی ناکام نہیں ہو سکتی۔ کوئی بھی انسان اور کوئی بھی نظام قرآن سے آگے نہیں جاسکتا'' اسی طرح سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ ''میں نے تاریخ اسلام کا بھرپور مطالعہ کیا ہے۔ میں اپنی پوری ذہنی توانائی اور دل کی گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی سے آج تک ایک حرف برابر نہیں بدلا گیا ہے'' اس کے علاوہ فرانس کے ڈاکٹر مورس بکیلی کی کتاب ''بائبل، قرآن اور سائنس'' جو کہ دنیا بھر میں مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر مورس رقم طراز ہیں کہ ''تخلیق کائنات، ارتقائے عالم، ارضیات، زمین پر حیات، فلکیات، انسانی تاریخ، بچے کی شکم مادر میں تخلیق، پانی کا دوران (Water Cycle)، علم حیوانات (Zoology)، علم نباتات (Botany) کس بھی سائنس کے بارے میں قرآن حکیم ایک جگہ بھی ایسی بات نہیں کہتا جو ثابت شدہ سائنسی تحقیق کے خلاف ہو۔''

ایک بات اور بھی واضح کرتا چلوں کہ دین اسلام کی حقانیت اور دنیا بھر میں اس کی مقبولیت کی ایک اہم اور بڑی وجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اس کا مطالعہ بھی ہے۔ رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام عالی غیروں کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے، مقام ادب ہے، ادب سے ملاحظہ فرمائیے۔

☆عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغمبر، قانون ساز، سپہ سالار، تصورات اور عقائد کا فاتح، سچے نظریہ حیات کو قائم کرنے والا، باطل خداؤں اور صنم پرستی اور وہم و گمان کو مٹانے والا، یہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ انسانی عظمت کو ناپنے کے جتنے پیمانے لاسکتے ہو لے آؤ اور پھر خود سے پوچھو کیا دنیا میں اس سے بڑا انسان بھی کوئی گزرا ہے؟ (ایلفونس لیمرٹین، ہسٹوری ڈی لاٹرکی)

☆مذہبی شخصیات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشک و شبہہ کامیاب ترین شخصیت تھے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

☆آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت دیکھیے جنھوں نے ایک جہاں کو بدل ڈالا لیکن اپنا مثالی طرز زندگی وہی رکھا۔ (آر۔ وی۔ سی بوڈلے، دی میسنجر)

☆وہ جو سمجھتے ہیں کہ اسلام قوت کے بل پر پھیلا ایسے احمق ہیں جو نہ اسلام کے طور طریقے جانتے ہیں نہ دنیا کے ڈھنگ اور رجحانات۔ (بلبیر سنگھ، نواں ہندوستان 1947)

☆محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال مسلمانوں کے لیے ہی نہیں دنیا کے تمام انسانوں کے لیے علم و حکمت کا خزانہ ہیں۔ (موہن داس گاندھی، تعارف ارشادات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سہروردی)

☆نسل انسانی پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قد آور ہستی نے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ (جان ولیم ڈریپر، ہسٹری آف دی انٹلیکچول ڈیولپمنٹ آف یورپ)

☆میں نے اس عظیم ہستی کا مطالعہ کیا ہے۔ حیران کن شخصیت! میری رائے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انسانیت کا نجات دہندہ (Savior) ماننا چاہیے۔ (جارج برنارڈ شا، دی جینوئن اسلام)

☆کل کا یورپ (یوں کہیے مغرب) اسلام قبول کرے گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔ (برنارڈ شا، دی جینوئن اسلام) ❋❋❋

چراغ خانہ

ماں اولاد کے لیے رول ماڈل

از: مفتیہ ریشماں خانم

بچے کی عمدہ اور دین کے سانچے میں ڈھلی ہوئی پرورش کے لیے ماں کا دیندار ہونا از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ماں کی گود ہی بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ لہٰذا! اگر ماں دیندار ہوگی تو وہ اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرے گی۔ بچہ اپنی ماں کی آغوش میں ہی سب سے پہلے آنکھیں کھولتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ اس لیے ایک ماں کو چاہیے وہ دین کی مکمل پاسداری کر کے اپنے بچوں کو بہترین تعلیم و تربیت دے اور بچے کی دینی پرورش کرے۔ مثلاً جب بچہ بولنا شروع کرے تو اللہ اور محمد کہنا سکھائے۔ پھر اسے کلمہ شریف سکھائے۔ کتاب حصن حصین میں لکھا ہے: جب بچہ بولنا شروع کرے تو سب سے پہلے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سکھائے۔

اکثر عورتیں جب اپنے بچوں کو سلاتی ہیں تو لوریا گا کر یا گانا وغیرہ گا کر سلاتی ہیں یا پھر قصے کہانی وغیرہ سنا کر سلاتی ہیں۔ انھیں چاہیے کہ اس کی جگہ پر جب وہ اپنے بچوں کو سلائیں تو درود پاک پڑھ کر اور تذکرہ انبیا و مرسلین، صحابہ و اولیا کے ایسے واقعات جس سے بچے کے اندر ایمانی جذبہ پیدا ہو سنا کر سلائیں۔ اس سے بچے کے دل و دماغ پر اچھا اثر پڑے گا۔ ہمارے معاشرے کے بعض گھروں میں اسلامی بہنیں بچوں کو bye, tata, eye none وغیرہ کہنا سکھاتی ہیں۔ انہیں اولاً یہ چاہیے کہ اپنے بچوں کو اسلامی شعار، اسلامی طریقے سکھائیں، عقیدے کی باتیں بتائیں۔ اللہ کے حبیب کا نام لیں تاکہ آپ کے بچے کے دل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ پیدا ہو اور اس کو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت وغیرہ سکھائیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: بیٹا ماں باپ کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس کا دل نفیس اور عمدہ گوہر و موتی ہے۔ جو موم کی طرح ہے۔ نقش کو قبول کر لیتا ہے اور اس پر کوئی نقش موجود نہیں ہوتا اگر تم اس میں نیکی کا بیج بوؤں گے تو اس سے دین اور دنیا کی نیک بختی کا ثمرہ حاصل ہوگا۔ اگر اس کے برعکس ہوگا تو بد بخت ہے جو کچھ وہ برا کام کرے گا اس میں یہ بھی شریک ہوں گے۔ اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: **قو انفسکم واھلیکم نارا** اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔ ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کے معیار کو سمجھائے اور شریعت کے مطابق اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے، پینے، رہنے، سہنے غرض کہ زندگی گزارنے کے تمام اطوار کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سکھائے اور نیک وصالح لوگوں کی کہانیاں، انبیاے کرام کے واقعات سنائے۔ کردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنائے۔ کردار صحابہ کرام سے اپنی اولاد کو آگاہ کرے۔ کتابوں کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرے۔ اپنی اولاد کو بھی دینی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دلائے، یا خود ہی پڑھ کر سنائیں اور ماں کو چاہیے کہ پنج وقتہ نماز کی پابند اور فرائض کے ساتھ ساتھ دیگر نمازوں اشراق، چاشت، تہجد وغیرہ کا بھی اہتمام کرے۔ جتنی زیادہ نمازوں اور سجدوں کی کثرت ہوگی اس کا دل بھی نورانی ہوگا، چہرہ بھی نورانی ہوگا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے قریب ہوگی اور اولاد بھی ایسے ہی اثر قبول کرے گی کیونکہ جب ماں نمازی ہوگی اور نماز کی پابند ہوگی تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی اولاد بھی نمازی ہوگی۔ ہمارے معاشرے میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی خواتین خود تو نماز نہیں پڑھتی ہیں لیکن اپنی اولاد کو نماز کا پابند اور نمازی بنانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ اگر ماں نمازی نہیں ہوگی تو اولاد نمازی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لیے ماں کو چاہیے کہ وہ خود نماز پڑھنے کا اہتمام کرے تو اس کی اولاد بھی جلد اثر قبول کرے گی۔ جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دے۔ جیسے بابا فرید الدین گنج شکر جو کہ اللہ کے بہت ہی بڑے ولی گزرے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ نے اُنہیں نماز پڑھنے سے کس قدر اور کس طرح ترغیب دلائی۔ ایک اچھی اور دیندار ماں کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلائے تاکہ نماز سے محبت اور خدا سے قربت اس کے سینے میں پیدا ہو جائے اور خود زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرے اور قرآن مجید کی فضیلت وعظمت اور آیتِ قرآنیہ کی برکت اپنی اولاد کو سکھائے بتائے اور تلاوت کرنے کی عادت ڈلوائے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو جب آپ کی والدہ محترمہ نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے استاد کے پاس بٹھایا۔ جب استاد نے بسم

پرنسپل جامعہ خدیجہ للبنات ، پورن پور، پیلی بھیت، انڈیا

اللہ سے پڑھنا شروع کیا تو حضور غوث پاک نے اس ننھی سی عمر میں تلاوتِ قرآن مجید کرنا شروع کیا تو پورے چودہ پارے زبانی پڑھ ڈالے۔ جب استاد محترم نے پوچھا تم کو تو پورے چودہ پارے یاد ہیں تو غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ کی والدہ محترمہ چودہ پارے کی حافظہ ہیں اور میں جب شکم مادر میں تھا تو اپنی والدہ کی تلاوت سنا کرتا تھا۔ لہٰذا! مجھے یاد ہوگئے۔ ماں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں اپنی اولاد کے لیے تعلیم و تربیت کے لیے فکر مند ہو۔ خاص طور پر دینی تعلیم کے لیے فکر مند ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ماں خود دیندار ہوگی۔

اولیاے کرام صالحین کرام کی مائیں ہوا کرتی تھیں جنھوں نے اپنی بہترین تعلیم وتربیت سے اپنی اولاد کو حشر تک کے لیے ولی کامل اور چمکدار موتی بنا دیا۔ بایزید بسطامی ابھی ننھے بچے تھے آپ کی والدہ کو دین سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے خود سے دور کر دیا اور اس وقت تک صبر کیا جب تک کہ اُنھوں نے مکمل علم دین حاصل نہ کر لیا۔ یونہی امام ربیعہ الرائے جو کہ اپنے وقت کے بہت بڑے امام ہوئے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے وہ تمام اشرفیاں جو کہ ان کے شوہر محترم نے جنگ پر جاتے وقت اپنے بچے کی پرورش کے لیے سونپی تھیں ان کو اپنے بچے ربیعہ کو دینی تعلیم حاصل کرنے پر خرچ کر دیں اور حضور سیدنا غوثِ پاک کی والدہ نے انہیں دین کے سانچے میں ایسا ڈھالا اور ننھی منی سی عمر میں سچ بولنے کی تلقین فرمائی جو کہ ایک بہت مشہور واقعہ ہے اور آپ کے سچ بولنے کی برکت سے کتنے لوگ تائب ہوگئے۔

ایک اچھی اور دیندار خاتون کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد سے جھوٹ بولنے کی برائی اور سچ کی فضیلت کو بیان کرے اور اپنی اولاد کو حرام وحلال کی تعریف اور اور اس کے امتیازات بتائے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کی والدہ کے بارے میں مذکور ہے: جب علامہ اقبال پیدا ہوئے تو ان کی نیک سیرت والدہ نے ایک بکری منگوا کر گھر میں رکھ لی، ان کے شوہر کے لیے یہ امر تعجب خیز تھا۔ اس لیے انہوں نے ان سے پوچھا بکری منگوانے کا کیا مقصد ہے؟ اس پر ام اقبال نے جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے بولیں:، آپ کی آمدنی مجھے مشکوک نظر آتی ہے اس لیے میں اپنے دودھ سے اپنے بچے کی پرورش نہیں کروں گی۔ بلکہ اسے بکری کا دودھ پلایا کروں گی، میں نہیں چاہتی کہ میرے بیٹے کے جسم میں ذرا سی بھی حرام غذا داخل ہو، یہ سن کر ان کے شوہر نے وہ پیشہ ترک کر دیا۔

عورت کو باحیا اور پردہ میں رہنے والا ہونا چاہیے۔ یعنی عورت خود تو پردہ میں رہے اور ساتھ ہی پردہ کی تعلیم دینے والی ہو۔ کیوں نہیں الحیاء شعبة من الایمان، اور اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ترجمہ: اے محبوب! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں۔ (ترمذی شریف)

حدیث پاک میں ہے؛ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سید عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرنے کا حکم فرما دیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم تو بینا ہو۔ (سچی حکایت)

ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں پوچھا عورت کے لیے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ واپس آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا؟ آپ نے فرمایا: عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ ہی کوئی غیر مرد اسے دیکھے۔ تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب پر فرمایا: آخر بیٹی کس کی ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت دحیہ کلبی سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصر کی بنی ہوئی ململ آئی، آپ نے ایک ٹکڑا اس میں سے مجھے دیا اور فرمایا ایک حصہ کا اس میں سے اپنے لیے کرتا بنا لو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دے دو کہ وہ دوپٹہ بنا لے۔ مگر اسے یہ جتا دینا کہ اس کے نیچے ایک کپڑا اور بنا لے تاکہ جسم کی ساخت اس سے نہ جھلکے۔ (ابوداؤد شریف)

آیت قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ اسلام ہمیں اپنے تقدس، اپنی حرمت، اپنی عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ بتاتا ہے۔ باحیا عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اس پر داغ نہ آنے دے۔

میری اسلامی بہنوں سے گزارش ہے کہ خود متقیہ پرہیزگار بنیں اور اپنے لیے متقی پرہیزگار دیندار باشرع رشتوں کو اہمیت دیں اور اسلامی بھائیوں سے عرض ہے کہ وہ خود متقی و پرہیزگار دیندار بنیں اور اپنے لیے متقیہ پرہیزگار نیک سیرت شریکِ حیات کا انتخاب کرنے کی کوشش کریں۔ دین کو فوقیت دیں دولت کو نہیں، سیرت کو فوقیت دیں صورت کو نہیں۔ ❖❖❖❖❖❖

گوشۂ ادب

محسن کاکوروی کا قصیدہ "مدیح خیر المرسلین" اور نظریۂ رحمۃ اللعالمین

ڈاکٹر عاکف سنبھلی

اردو میں محسن کاکوروی کا نام قصیدہ نگاران کی فہرست میں نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے یہ قصیدہ لکھ کر جہاں ایک طرف اپنا نام سنہرے الفاظ میں درج کرا لیا ہے وہیں اکثر حضرات کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اکثر لوگ اس بات پر استعجاب و اعتراض کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ قصیدہ ہے تو حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں، مگر اس میں ذکر کیا گیا ہے ہندوستان کی سرزمین کا۔ اس کا آغاز ہوتا ہے "کاشی و متھرا" سے۔ دراصل اس سلسلے میں ان لوگوں کا بنیادی اعتراض یہ ہے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکرِ مبارک میں کاشی و متھرا کا ذکر چہ معنیٰ دارد؟

زیرِ نظر تحریر میں راقم الحروف نے اسی پر غور وخوض کیا ہے اور اسی اعتراض کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل جب ہم اس سلسلے میں غور و فکر اور تحقیق و تدبّر سے کام لیتے ہیں تو ہم پر یہ عقدہ کھلتا ہے کہ یہ قصیدہ جہاں حضرت محمد ﷺ کی شان ذی شان اور ان کے مرتبہ ذوالمنان کا ذکر کرتا ہے وہیں اس میں شاعر نے آپ کے وصف خاص کا ذکر یعنی آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا بھی ثابت کیا ہے۔ جو مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں ہونے کے ساتھ ہی دیگر صحائفِ انبیا اور آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا ہے۔ یہ کسی خاص مذہب یا دین کی کتاب میں ہی نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام بڑے اور اہم مذاہب کی کتابیں اس حقیقت کو آشکار کرتی ہیں۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کے تقریباً ہر ایک مذہبی پیشوا نے اپنی زبانِ مبارک سے پیغمبر خاتم النبیین یعنی رحمۃ للعالمین کے مبعوث ہونے کی بشارتِ مبارکہ دی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں بھی مناسب مقام پر ان بشارتوں کو نقل کیا گیا ہے۔ اہلِ مذاہب نے تو اس کا اعتراف کھلے دل اور خندہ پیشانی سے کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شعرا حضرات نے بھی اس کا اہتمام بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ کیا ہے۔ اردو میں محسن کاکوروی کا مشہورِ عام قصیدہ اس میدان میں ایک خاص وصف اور خوبی کا حامل ہے۔ آپ کو اسی بنیاد پر اردو قصیدہ نگاروں کے زمرے میں نمایاں اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اور آں موصوف اردو شاعروں میں سچے مدّاحِ رسول کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

قصیدے میں مدیح خیر المرسلین کرنا ایک بڑا باریک و نازک کام ہے۔ جو ایک عام و سطحی فکر و ذہن کے حامل شاعر کی رسائی سے بالا تر ہے۔ اس کا فلسفیانہ انداز اور مضمون کی گہرائی و گیرائی کا احاطہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس میں کہاں؟ دراصل اس پر وہی شخص اظہارِ خیال کر سکتا ہے جس کو علم میں برتری، فکر و تدبّر میں وسعت اور نظر میں گہرائی کے ساتھ ہی حبِّ رسول اور معیّتِ الٰہی کی دولت عظیمہ بھی حاصل ہو۔ نیز شعر و سخن کے رموز کے ساتھ ہی مذاہبِ عالم کا بھی گہرا مطالعہ ہو۔ اس میدان میں محسن کاکوروی نے جس مہارت و لیاقت کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ واقعی آپ نے یہ قصیدہ تحریر کر کے مدیح خیر المرسلین کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔ اور خود کو مدّاحِ رحمۃ للعالمین ہونے کی سند حاصل کر لی ہے۔

اس طرح کے کارنامے انجام دینا جہاں ایک طرف قابلِ ستائش ہیں وہیں ان کو سمجھنا اور ان پر خامہ فرسائی کے لیے بھی کچھ خاص بندگانِ خدا ہی متمکن ہوا کرتے ہیں۔ کہ موصوف کے مذکورہ قصیدے کی باریکیوں اور اس کی نکتہ سنجیوں کو سمجھنے سے اکثر لوگ قاصر رہے ہیں۔ شاید ابھی تک اس شان سے اس کی تشریح کسی نے بھی نہیں کی ہے جو اس کا حق ہے۔ راقم الحروف اس سلسلے میں کوئی بلند و بالا دعویٰ تو نہیں کر رہا مگر اتنا ضرور کہنا چاہتا ہے کہ محسن صاحب کے مذکورہ قصیدے کے تعلّق سے جو نکتہ سنجیاں اور عقدہ کشائیاں پیشِ نظر سطور میں کی جا رہی ہیں یہ رموز و نکات شاید اس سے پہلے کسی کی نظر سے گذرے ہوں۔ اور اس مایہ ناز قصیدے کی توضیح و تشریح جس انداز و نہج

پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بندہ ناچیز کے ذریعہ ضبط تحریر کرادی ہے۔اس کو محض اللہ کا انعام ہی کہا جاسکتا ہے۔(وماتوفیقی الاّباللہ)

محسن صاحب کا یہ قصیدہ ان کی کلیات "کلیاتِ محسن کاکوروی" میں شامل ہے۔142 اشعار پر مشتمل اس قصیدے کا آغاز-ع

سمت کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

سے ہوتا ہے۔یہ مصرع قصیدے میں آگے بھی متعدّد مرتبہ آیا ہے۔اور اس کا مرکزی مضمون اس کے ارد گرد ہی گھومتا ہے۔قصیدے کے اسی جز سے کچھ اشعار پر ہم یہاں اظہار کرنا چاہیں گے۔اس جز میں 45 اشعار ہیں جن میں اس وقت کے ہندوستان کی کیفیت دینیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔مگر ایک شعر ایسا بھی ہے جس میں پوری ہی دنیا کی مذہبی کیفیت بیان کی گئی ہے۔فرماتے ہیں۔

کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

اس کیفیت کو تمام ہی مورّخین نے بیان کیا ہے۔اور سبھی اس کے معترف ہیں کہ جس زمانے میں حضرت محمد ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے تھے۔اس وقت دنیا کی گمراہی اور کفر و ضلالت کی تاریکی کا جو عالم تھا۔اس کا ذکر مشہور موّرخ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اپنی تاریخ میں اس طرح کرتے ہیں:

"آنحضرت محمد ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے اور آپ کی بعثت کے وقت ساری کی ساری دنیا تاریک ہو چکی تھی اور ربع مسکون پر جہالت کی اندھیری رات اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ کسی حصّے اور ملک میں کوئی ٹمٹماتی ہوئی روشنی مطلق نظر نہ آتی تھی"۔

(تاریخ اسلام۔جلد اوّل۔ص980)

محسن صاحب نے اپنے اشعار میں اس وقت کے ہندوستان کی کیفیت بھی بیان کی ہے۔جس میں یہاں کے مذہبی طور طریقوں، ان کی روایات اور عظیم دینی شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ عہد میں در آئی ان کی خرابیوں کا بھی بیان کیا گیا ہے اور گمراہی وظلمت کے اندھیروں کا بھی بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ہندوستان کے اس زمانے کی تصویر کا نقشہ مذکورہ بالا موّرخ اپنی تاریخ میں اس طرح کھینچتا ہے:

"اس زمانے میں بدھ مذہب ہندوستان سے خارج ہو رہا تھا۔اور برہمنی مذہب بتدریج زور پکڑ رہا تھا.... تمام ملک میں بت پرستی کا زور شور اور خوب دور دورہ تھا۔بدھ اور برہمنی دونوں مذہبوں میں بتوں کی پوجا یکساں طور پر موجبِ نجات سمجھی جاتی تھی۔برہمنوں اور بدھوں کے بت اکثر مندروں میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو رکھے ہوئے تھے اور بڑی خوش عقیدت کے ساتھ پوجے جاتے تھے۔(تاریخ اسلام۔جلد اوّل۔ص۔97)

شری رام چندر، شری کرشن اور بدھ جیسی مذہبی شخصیات کی تعلیمات کو بھلا دیا جانا اور ان کی روش سے الگ ہٹ کر چلنے سے پیدا ہونے والے حالات کی بڑی ہی دردناک منظر کشی محسن کاکوروی نے اپنے اس قصیدے کے مختلف اشعار میں کی ہے۔شری کرشن جی کی تعلیمات سے روگردانی کا نقشہ آپ کے اس شعر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

دیکھئے، ہو گا شری کرشن کا، کیوں کر درشن
سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بے کل

اس وقت کا ہندوستان مذہبی تعلیمات سے کس قدر دور، اور اپنے دینی پیشواؤں سے کس درجہ غافل وغیر مانوس تھا۔سچ تو یہ ہے کہ وہ ان کی ہدایات سے پوری طرح ناآشنا ہو چکا تھا۔ان دردناک حالات کا منظر بھی محسن صاحب نے اپنے اشعار میں بہت ہی موئثرو پر درد طریقے پر کھینچا ہے۔

شبِ دیجور اندھیرے میں ہے ظلمت کے نہاں
لیلیٰ، محمل میں ہے ڈالے ہوئے منھ پر آنچل
شب کو مہتاب نظر آئے نہ دن کو خورشید
ہے یہ اندھیرا مچائے ہوئے تاثیر زحل
وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع
گرچہ، پروانہ بھی ڈھونڈے اسے لے کر مشعل

کفر وضلالت کی اس تاریکی کا ذکر کرنے کے بعد محسن صاحب کی نظر اس قانونِ قدرت اور سنّتِ الٰہیہ کی طرف جاتی ہے جس کے مطابق جب جب دنیا پر گمراہی وضلالت کی حکمرانی ہوئی ہے۔اس وقت اللہ کی جانب سے کوئی ہادی ورہنما آیا ہے۔اسی اصول کے تحت چونکہ اس وقت گمراہی نے پورے ہی عالم کو ڈھانپ لیا تھا اور دنیا کے ہر ہر خطّے و گوشے میں گمراہی کا اندھیرا چھا چکا تھا۔اس لیے ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت تھی جس کی رسالت کسی خاص علاقے، خطّے یا گوشے کے لیے محدود نہ ہو۔بلکہ وہ تمام عالموں اور پوری ہی کائنات کا رسول ہو۔وہ پیغمبرِ عالم ہو۔رہنمائے کائنات ہو اور رحمۃ للعالمین ہو۔اسی لیے خالقِ کائنات نے رحمتِ کائنات کو مبعوث فرمایا۔جن کی تشریف آوری کا نقشہ آپ اپنے قصیدے میں اس

طرح پیش کرتے ہیں۔

خضر فرماتے ہیں سنبل سے تری عمر دراز
پھول سے کہتے ہیں پھلتا رہے گلزارِ امل
عطر افشاں ہے، شبیہِ گلِ نسرین وسمن
نخلِ داؤدی موسیٰ سے ٹپکتا ہے عسل

قصیدے میں آگے اور بھی بہت سے اشعار ہیں جن میں استقبالیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اور یہ وہی انداز ہے جس کا اہتمام کسی کی آمد کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس خوبصورت شکل میں اس جز کا اختتام ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک غزل کہی گئی ہے۔ یہ غزل 16 اشعار کی ہے۔ غزل میں بھی مذکورہ باتوں کا ہی اہتمام ہے جس کا ذکر تکرار کا موجب ہوگا۔ اس لیے قصیدے کے اگلے مضمون کا ذکر کرتے ہیں۔ قصیدے کے اس جز کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعدِ غزل
کہ ہے چکّر میں، سخن گو کا دماغِ مختل

قصیدے کے اس حصّے میں اس مبارک وقت کی منظرکشی کی گئی ہے جب بارانِ رحمت رحمۃ للعالمین کی شکل میں عالمِ کون و مکاں پر برس جانے کو تیّار ہے۔ اور آمدِ احمدِ مجتبیٰ ﷺ سے یہ عالمِ گیتی بہارِ دل افروز سے سرفراز ہونے کو بے قرار ہے۔ اس حصّے میں 35 اشعار ہیں۔ اس میں مصر کے ساتھ ہی گنگا، جمنا، گھاگھرا، چنبل، اور قلزم و نیل سے لے کر ثریّا کی رفعتوں تک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عالمِ بالا کی بھی منظرکشی کی گئی ہے۔ جس میں برق و بادل، ملائک، طوبیٰ، کوثر، فردوس بریں، دودھ و شہد کی ندیاں، جبرئیل، اسرافیل، رضوان، ساقی کوثر، کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح مختلف انداز سے آپ کے مقام و مرتبہ کو ثابت کیا ہے اور آپ کی رسالت کی شان اولیٰ کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کے اکثر اشعار آپ کو رسولِ رحمت ثابت کرنے کے ساتھ ہی آپ کو پیغمبرِ عالم اور نبی الانبیاء ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں اور آپ حضرت محمّد ﷺ کے چند اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

گلِ خوش رنگ، رسولِ مدنی عربی
زیبِ دامانِ ابد، طرّہ دستارِ ادب
نہ کوئی اس کے مشابہ ہے، نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اس کے مماثل، نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دوعالم کا ثمر
بحرِ وحدت کا گہر، چشمہ کثرت کا کنول
مہرِ توحید کی ضو، اوجِ شرف کا مہ نو
شمعِ ایجاد کی لو، بزمِ رسالت کا کنول

مذکورِ بالا اشعار کے ہر ہر مصرع میں احمدِ مجتبیٰ ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ اور شانِ رسالت کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں کا پختہ عقیدہ ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں پر اسلام کی مستند کتابوں سے کیا جا رہا ہے۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث کے حوالوں کے ساتھ آپ کو سب سے پہلے عالم وجود میں آنا اور خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔ چناچہ اس سلسلے میں وہ اس طرح رقم طراز ہیں:

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا۔ بینا خلق آدم و نفخ الروح فیه۔ جب حضرت آدم پیدا ہو رہے تھے اور ان میں روح پھونکی جا رہی تھی۔ عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے۔ انی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته۔ بے شک میں اللہ کے یہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب حضرت آدم اپنی مٹی میں گوندھے جا رہے تھے۔“

(دلائل النبوت۔ ص۔ 57)

مولانا عبد الرحمان جامی نے اپنی کتاب میں آپ کے بہت سے معجزات کا ذکر کیا ہے جن سے آپ کے محبوب کبریا ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ کیوں کہ معجزات انھی نبیوں کو عطا کیے گئے جو اللہ کے بہت زیادہ پسندیدہ اور محبوب ترین رسول تھے۔ رسول اکرم ﷺ چونکہ اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی اور امام الانبیا ہیں اس لیے آپ کے معجزات کی امتیازی شان ہے۔ انھی میں سے ایک بہت اہم معجزا شق القمر ہے۔ اس کا ذکر مولانا موصوف نے اپنی کتاب میں اس طرح کیا ہے:

مشرکین مکہ حضور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے کہ تو اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ یہ چاند کی چودھویں تاریخ تھی حضور نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ تو وہ ہو گیا۔ (شواہد النبوت۔ ص۔ 107)

حضرت محمد ﷺ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تو اعلیٰ و ارفع

تھے ہی، ظاہری حیثیت سے بھی تمام خوبیوں اور محاسم سے بھی مالامال تھے۔ آپ کے چہرہ پر نور کی نورانیت کا ذکر عبد الرحمان جلال الدین سیوطی اس طرح کرتے ہیں:

”ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اکرم ﷺ داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کی روشنی سے سوئی نظر آگئی۔“ (الخصائص الکبریٰ۔ جلد اول ص۔159)

رسول اکرم ﷺ کے چاند کے دو ٹکڑے کرنے والے معجزے کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ اب ایک اور اہم معجزے کا ذکر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔ جس میں انھوں نے تحریر کیا ہے:

”حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر اس حالت میں وحی نازل ہوئی جب آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ران پر سر مبارک رکھے ہوئے تھے۔ حضرت علی نے اس وقت تک نماز عصر ادا نہیں کی تھی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی کیا تم نے عصر کی نماز ادا کر لی تھی؟ عرض کیا نہیں۔ اس وقت حضور ﷺ نے مناجات کی اور کہا اے خدا یہ تیرا علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو تو اس کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ اسی وقت سورج لوٹ آیا۔“ (مدارج النبوت۔ جلد اول، ص۔330)

یہ تو رسول اکرم ﷺ کے معجزات کا ذکر تھا اب ایک ایسا اقتباس بھی پیش کیا جا رہا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کی شان محبوبیت اور مقام رسالت کی بلندیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ قاضی سلمان منصور پوری اپنی کتاب میں ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں جس میں رسول مقدس کی صفات اس طرح رقم کی گئی ہیں:

”صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفقہ روایت جبیر بن مطعم سے ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ حضور ﷺ فرماتے تھے۔ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ نے میرے ذریعے سے کفر کو مٹا دیا۔ میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہوں۔“ (رحمۃ اللعالمین۔ جلد سوم۔ ص۔90)

آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی جن امتیازی خصوصیات کا ذکر محسن صاحب نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ان سب کا ثبوت قرآن و حدیث، دیگر صحف سماویہ اور مذہبی کتابوں سے ملتا ہے۔ اسلامی محققین نے بھی اپنی کتابوں میں ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے بالخصوص سیرت و شمائل مصطفوی پر مشتمل کتابیں تو اس طرح کے شواہد سے بھری پڑی ہیں۔ اس مختصر سے مضمون میں تو اسی پر اکتفا کر رہا ہوں تفصیل کے لیے متعلقہ کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ہم نے محسن صاحب کے جن اشعار کا ذکر سطور بالا میں کیا ہے وہ کوئی معمولی تدبر اور سرسری غور و فکر کے ذریعے عالم وجود میں نہیں آسکتے بلکہ اس کے لیے شاعر ایک خاص ماحول اور کیفیت سے گزرتا ہے اور اسی عالم جذب و محویت میں ہی اتنے عظیم اشعار کہے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ صاحب قصیدہ پر بھی یہ اشعار کہتے وقت ایسی ہی کیفیات طاری رہی ہوں گی۔ جن کا اظہار تو خود انھوں نے ان اشعار میں کیا ہے:

مئے گل رنگ ہے کیا، شمع فکر کا پھول
چلتے چلتے جو قلم ہاتھ سے جاتا ہے نکل
کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریر نے کلک
کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودے کا خلل
ہے سخن گو کو نہ انشا کی، نہ املا کی خبر
ہو گئی نظم کی انشا و خبر سب مہمل

ان اشعار میں شاعر کی کیفیت سے اس کے بہکنے اور فاطر العقل ہونے کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے، کہ اس حالت میں اپنے چاہنے والوں کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ رہنمائی فرماتے ہیں۔ خود محسن صاحب بھی اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں۔

روئے معنٰی ہے، بہکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف
تاکتا ہے تو ثریّا کی سنہری بوتل

قصیدے کے اس حصّے کے آئندہ اشعار میں مقامِ محمّد ﷺ کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ اشعار بھی اسلامی عقیدہ رسالت اور مسلمانوں کی آنحضرت ﷺ سے محبّت و عقیدت کا مظہر ہیں۔ ان کی تصدیق دیگر صحفِ سماویہ اور کتبِ الٰہیہ سے ہوتی ہے۔ آپ نے اسلام کے اس بنیادی عقیدے کو بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جو مسلمانوں کی عقیدت کا محور اور آنحضرت ﷺ کا مقامِ رسالت ہے۔ محسن صاحب کے یہ شعر ملاحظہ کیجئے

افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب

اوّلیت پہ تری متّفق ادیان و ملل

اس شعر کے پہلے مصرع میں رسولِ اکرم ﷺ کی افضلیت آسمانی کتابوں، صحائفِ انبیا، اور آپ کی اوّلیت یعنی شرفِ نبوّت اور پیغمبرِ عالم و نبیّ الانبیا ہونے پر ادیانِ عالم سے ثابت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی مناسبت سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ شواہد پیش کر دیے جائیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی افضلیت پر متعدّد مقامات پر ارشادات فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک اہم ارشاد پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین۔

(الانبیاء۔ آیت۔107)

یعنی: اور ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس کا ٹھکانا کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نبی سے آپ ﷺ کی نبوّت کو تسلیم کرایا اور ان سے یہاں تک اقرار لیا کہ اگر تمھارے زمانہ نبوّت میں آپ مبعوث ہو جائیں تو تمھیں ان پر ایمان لانا ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے:

واذاخذاللہ میثاق النبین لمّا جائکم رسول مّصدّق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ

(آلِ عمران۔ آیت۔79)

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو تمھاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ہدایت وبشارت کا ذکر اپنے پہلے آسمانی ہدایت ناموں میں بھی کیا ہے جو مختلف نبیوں پر نازل کیے گئے تھے۔ ہم یہاں کچھ اہم مذاہب کی کتابوں سے اقتباسات نقل کرتے ہیں:

یہودی مذہب: سب سے پہلے یہودیوں کی مذہبی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں:

(1)۔ خدا تیمان سے آیا اور قدّوس کوہِ فاران۔ سلاہ۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی۔

(حبقوق نبی کی کتاب: باب۔3: فقرہ۔3)

(2)۔ بائبل میں ایک اور مقام پر کہا گیا ہے:

اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں گے اور کہیں گے اس کو پڑھ اور وہ کہے گا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

(کتاب یسعیاہ۔: باب:29۔ فقرہ:12)

اسلامی روایات کے مطابق ایسا واقعہ غارِ حرا میں پیش آیا تھا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی مرتبہ وحی لے کر آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے اور انہوں نے کہا تھا۔ اقراء تو آپ نے فرمایا تھا۔ ما انا بقارئ یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ امّی تھے۔ یہ روایات ثابت کرتی ہیں کہ یہودی مذہب بھی آنحضرت کی شکل میں ایک پیغمبرِ عالم اور رحمۃ اللعالمین کا منتظر تھا۔

عیسائی مذہب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ کی قدامت (اوّلیت) کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں۔

یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آنا ہے جو مجھ سے مقدّم ٹھہرا ہے کیوں کہ وہ مجھ سے پہلے تھا۔

(یوحنا: باب 1۔ فقرہ 30)

اسی انجیل میں جوان کے عزیز شاگرد حضرت یوحنا نے ترتیب دی حضرت محمد ﷺ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

میرے بعد آنے والا مجھ سے بہتر ہے جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ (یوحنا: باب 1 فقرہ 37)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد کا نام برناباس تھا۔ انھوں نے اپنی انجیل میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت عام ہوگی اور وہ تمام قوموں کے نبی ہوں گے۔

بس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے اخلاص اور رحمت لائے گا جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گے۔ (انجیل برناباس: باب 16 فقرہ 43)

پارسی مذہب: پارسی مذہب کی کتاب میں آپ کی بشارت ان الفاظ میں دی گئی ہے:

ایک بت شکن آئے گا جس کا نام حمد وستائش والا ہوگا۔ وہ تمام لوگوں کے لیے رحمت ہوگا۔ (اویستا ایشت 13 باب 28 فقرہ 129)

اس بشارت کے حقیقی مستحق صرف اور صرف حضرت محمد ہی ہیں کیوں کہ آپ کے دو اہم نام محمد (جس کی تعریف کی جائے) اور احمد (جو زیادہ تعریف کرتا ہے)۔ اس طرح یہ بشارتِ مبارکہ پوری طرح آپ پر ہی صادق آتی ہے۔

بدھ مذہب: بدھ مذہب میں پیغمبر عالم کی پیشین گوئی لفظ میتریاسے کی گئی ہے۔عربی زبان میں اس لفظ کے معنی رحمت کے ہیں۔

1۔میتریا آخری اور اتم نور کا مالک ہوگا۔

2۔میتریا صاحب شریعت نبی ہوگا۔

3۔وہ دنیا میں دھرم پھیلائے گا اور مغرب سے تبلیغ شروع کرے گا۔

4۔میتریا بت تراشی اور بت پرستی کا مخالف ہوگا۔

(بحوالہ: حضرت محمد قدیم مذہبی کتابوں میں۔ص،131)

ظاہر سی بات ہے کہ یہ تمام باتیں حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہیں۔جس کے پختہ ثبوت اظہر من الشمس ہیں۔

جین مذہب: جین مذہب کے مشہور عالم دین آچاریہ گن بھدر نے اپنی کتاب اتّر پران میں تحریر کیا ہے۔

مہاویر کے نروان کے ایک ہزار سال بعد کلکی راج کا جنم ہوگا۔(بحوالہ: حضرت محمد قدیم مذہبی کتابوں میں۔ص150)

ماہرینِ تقویم کے نزدیک یہ وہی زمانہ ہے جب حضرت محمد ﷺ کی بعثتِ مبارکہ ہوئی۔یعنی آپ اس جہانِ رنگ و بو میں تشریف فرما ہوئے۔

ہندو مذہب: ہندو مذہب میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی تصدیق ان الفاظ میں کی گئی ہے۔وہ جگت نبی یا جگت گرو ہوگا۔یعنی اس کی تعلیم دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہوگی۔(بھاگوت پران: باب 2اشلوک:19)

اتھروید میں آپ کی بشارت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

وہ دنیا کا سردار جو سب سے افضل انسان ہے۔تمام لوگوں کا رہنما،سب قوموں میں معروف،اس کی اعلیٰ ترین ثنا اور تعریف گاؤ۔

(اتھروید: کانڈ30۔سوکت127منتر7)

مختلف مذاہب میں یہ وہ مبارک بشارتیں اور پیشین گوئیاں میں جو آخری رسول،پیغمبرِ عالم اور رحمۃ للعالمین کے تعلّق سے دی گئی ہیں۔اور تاریخ و حقائق کی روشنی میں اس بشارتوں کی مصداق جو ذاتِ گرامی ہے وہ حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔

دنیا کے قابلِ ذکر اور اہم مذاہب کی کتابوں سے حضرت محمد ﷺ کی بشارت اور تصدیق ثابت کرنے کے بعد اب ہم پھر قصیدے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اور اس میں پروئے گئے ان گہر ہائے آبدار کی تلاش کرتے جن میں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے جمالِ بے مثال کو پیش کیا گیا ہے۔یہ جمال،جمالِ ذاتی بھی ہے اور جمالِ صفاتی بھی۔اس کے ساتھ ہی آپ کے ایک اور جوہرِ صفاتی جو دشمنانِ دین کے تئیں خاص تھا اس کو جلالِ نبوّت کہا جا سکتا ہے۔اس کا ذکر قرآنِ کریم میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔محمّد رسول اللہ والّذین معہ اشدّاء علی الکفّارِ ورحماء بینھم۔یعنی محمد الرسول اللہ اور ان کے دوست کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم ہیں۔اس کا اظہار محسن صاحب ان اشعار میں کرتے ہیں۔

لطف سے تیرے ہوئی شوکتِ ایماں محکم
قہر سے سلطنتِ کفر ہوئی مستاصل
جس طرف ہاتھ بڑھیں،کفر کے ہٹ جائیں قدم
جس جگہ پاؤں رکھے،سجدہ کریں لات وہبل

اسلام میں توحید ور سالت کا عقیدہ بڑا ہی نازک و باریک ہے۔مقامِ معبودیت اور منصبِ نبوّت کا بڑا ہی باریک وحسّاس فرق ہے کہ اس میں تھوڑی سی بد احتیاطی بھی انسان کو توشرکِ الٰہی اور توہینِ رسالت کا مرتکب کر دیتی ہے۔اسی باریک فرق کو شاعرِ موصوف کس قدر خوبصورتی اور حسنِ احتیاط کے ساتھ سطورِ ذیل میں پیش کرتے ہیں:

ہو سکا ہے کہیں محبوبِ خدا غیرِ خدا
ایک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشمِ احول
رفع ہونے کا نہ تھا وحدت وکثرت کا خلاف
میم احمد نے کیا،آکے یہ قصّہ فیصل
نظر آئے اگر احمد میں تجھے دال دوئی
روزِ محشر ہوں الٰہی مری آنکھیں احول

ان اشعار میں شاعرِ محترم نے یہ لفظی معمّہ کتنی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اگر ہم لفظ احد لکھتے ہیں تو اس سے مراد وہ ذاتِ پاک ہے جو اپنی شان وصفات میں واحد و یکتا ہے۔اور اگر اسی احد میں محمد کی میم کا اضافہ کر دیں تو احمد ہو کر یہ رحمۃ للعالمین کا نامِ نامی بن جاتا ہے۔دراصل یہ احد و احمد کا اتّصال و امتزاج ہی اسلام کا وہ فلسفہ ہے جس کو اسلام کے بنیادی عقیدے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔یہ کلمہ محبّ و محبوب کے کتنے رموز و نکات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کو سمجھنے کی انسان کے اندر نہ طاقت ہے اور نہ شعور وصلاحیت۔

محسن کاکوروی پھر اس کے بعد ایک غزل کہتے ہیں۔جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر پاک ہے۔حضرت محمد ﷺ کے شمائل ہیں۔آپ کے حسن و جمال کا ذکر ہے۔واقعہ معراج کا بیان ہے۔دینِ حق کی اشاعت وقیام میں آپ کے قربانیوں، جدّ و جہد، محنت اور مجاہدانہ شان کے ساتھ ہی آپ کی شانِ سخاوت کو بھی پیش کیا گیا ہے۔اس کے بعد قصیدے کا آخری حصّہ مناجات تحریر کی گئی ہیں جس میں حضرت محمد ﷺ سے محبّت کو حاصلِ ایمان کہا گیا ہے۔فرماتے ہیں۔

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصّل کا یہی ہے مجمل

اس میں آپ اپنے اختتامِ حیات یا انجامِ زیست کی کیا خوبصورت دعا کرتے ہیں:

آرزو ہے کہ رہے دھیان ترا تادمِ مرگ
شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل

اس مناجات کا تقریباً ہر ایک شعر اس قابل ہے کہ اس پر دل کھول کر لکھا جائے۔مگر اس مختصر سی تحریر میں ممکن نہیں ہے کہ اس پر کچھ اور لکھا جائے صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ مناجات کے ہر ہر شعر میں حضرت محمد ﷺ کی شانِ نبوّت کا اظہار ہوتا ہے۔جن میں عقیدت و محبّت کی خوشبوئیں مہک رہی ہیں۔فریفتگی اور شیفتگی کی شبنم ٹپک رہی ہے۔حضرت محمد ﷺ کی اسی عقیدت و محبّت کی وجہ سے ہی تو آپ کو اس کا یقین ہے کہ قبر میں آپ سے عفو و درگذر کا معاملہ رکھا جائے گا اور منکر نکیر ان کو جنّت کی بشارت دیں گے۔انھیں اس کا بھی یقین ہے کہ آقائے نامدار کا رخِ انور تصوّر میں ہونے کی وجہ سے موت کے بعد کی تاریکی بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔اس لیے تو وہ کہتے ہیں۔

میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا
نہ اٹھا نا کوئی تکلیف، نہ ہونا بے کل
رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعدِ فنا
مرے ہم راہ چلے، راہِ عدم میں مشعل

محسن صاحب کو اپنے اس قصیدے پر اس قدر بھروسا ہے کہ اس قصیدے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بخشش فرما دے گا۔اور ان کو جنّت الفردوس کی نوید حاصل ہوگی۔اور آپ کی یہ خواہش کچھ بے جا بھی نہیں کہ حبِّ رسول ہی دراصل حبِّ الٰہی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔**قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ**۔مطلب اس ارشادِ ربّانی کا یہ ہے۔آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری اتّباع کرو، اللہ تم سے محبّت کرنے لگے گا۔

اسی حقیقت کے پیشِ نظر ہی تو آپ نے یہ التجا کی ہے۔

صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو ترا مدّاح
ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ، یہ غزل

اس مضمون میں راقم الحروف نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ محسن کاکوروی کا یہ نعتیہ قصیدہ دراصل اس حقیقت کو پیش کرتا ہے کہ حضرت محمّد ﷺ تاجدارِ دوعالم، سردار کونین، پیغمبر آخر الزّماں اور رحمۃ للعالمین ہیں۔جن کی بشارت اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام ہی صحفِ سماویہ میں دی تھی۔اور ہر نبی و پیغمبر سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ اگ تمھارے عہدِ رسالت میں حضرت محمد مبعوث ہو جائیں تو تمھیں ان کی رسالت پر ایمان لانا ہوگا۔اسی طرح ہر نبی نے بھی آپ کی آمد کی نوید دی ہے۔چوں کہ آپ ہادی عالم ہیں۔اور آپ کی بعثت تمام جہانوں کے لیے ہے۔اور آپ ہر مخلوق کے نبی ہیں۔اسی لیے آپ کی تشریف آوری پر دنیا کے تمام خطّوں پر یکساں جشن اور خوشی کا ماحول تھا۔ہندوستان بھی اسی دنیا کا ایک خطّہ ارضی ہے لہٰذا اس سرزمیں پر بھی ایسا ہی کچھ اہتمام تھا۔جس کا ذکر شاعرِ موصوف نے اپنے قصیدے میں قدرے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔اور اسی کی تشریح کی سعادت راقم الحروف نے سطورِ بالا میں حاصل کی ہے۔

ماٰخذ:

(1)۔قرآن کریم
(2)۔کلیاتِ محسن—سیّد محمد محسن کاکوروی
(4)۔شواہد النّبوّت—عبدالرحمن جامی
(5)۔دلائل النّبوّت—حافظ ابونعیم احمد
(6)۔الخصائص الکبریٰ—جلال الدّین سیوطی
(7)۔مدارج النّبوّت—عبدالحق محدّث دہلوی
(8)۔حضرت محمد قدیم مذہبی کتابوں میں—ڈاکٹر مختار احمد مکّی
(9)۔تاریخ اسلام—مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

٭٭٭٭

نقدونظر

حضرات القدس

شاہ محمد انور علی سہیل فریدی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے حالات پر "حضرات القدس" سب سے مستند اور قدیم کتاب ہے، آپ نے حالات لکھنے میں کمالِ احتیاط سے کام کیا ہے۔ زیادہ تر وہ واقعات اور حالات تحریر کیے ہیں جو آپ نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے، یا ثقہ راویوں نے بیان کیے اور آپ نے حضرت مجدد کی ذاتِ اقدس میں ان کا مشاہدہ کیا۔ طرزِ تحریر میں شگفتگی، سلاست اور ادب ہے، سیدھی سادی آسان فارسی زبان میں کتاب لکھی ہے۔ مترجمین نے اس کا اردو ترجمہ آسان اور شستہ زبان میں کیا ہے تاکہ خاص و عام اس کو سمجھ سکیں اور لغت کی ضرورت پیش نہ آئے۔ مصنف کے قلم کا کمال اس میں ہے کہ وہ آسان زبان میں اپنی بات کہے اور تحریر میں وہ زبان استعمال کرے جو اس وقت کی عام بول چال میں مستعمل ہو۔ وہ فسانۂ عجائب کے مصنف مرزا رجب علی بیگ سرورؔ کی لکھنوی زبان نہ ہو بلکہ میر امن دہلوی کی قصہ چہار درویش کی زبان ہو تاکہ ایک کم علم اور کم صلاحیت والا معمولی شخص بھی اس سے استفادہ کر سکے۔ شیخ بدرالدین سرہندی کو حضرت مجدد کی صحبت کی برکت سے یہ چیز حاصل تھی۔ مصنف نے جب اپنی تصنیف "سیر احمدی" حضرت مجدد کی خدمت میں پیش کی، آپ خوش ہوئے اور مسکرا کر فرمایا: بحمد اللہ! تمھاری پہلی تصنیف ہمارے احوال کے متعلق مرتب ہوئی۔

مصنف نے کتاب تحریر کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھا ہے۔ کتاب کے ابواب کو حضرات کے استعارے سے تعبیر کیا ہے اور اکابر کے احوال کو قدسیہ اور ان کے مقامات کو درجات لکھا ہے، اس سے آپ کا کمالِ ادب ظاہر ہوتا ہے بزرگوں نے کیا خوب کہا ہے۔ "باادب بانصیب بے ادب بے نصیب"۔

کتاب کے بارہ ابواب (حضرات) ہیں۔ پہلا باب یعنی حضرت اول کا فارسی متن شائع نہیں ہوا ہے، جب شائع نہیں ہوا تو ترجمہ کیسے ہو؟ اس لیے کتاب کو مترجم نے حضرت دوم (دوسرا باب) سے شروع کیا ہے۔ حضرت اول کے بارے میں کتاب کے مترجم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت اول جس کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات اور فضائل ہیں، پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ تک سلسلہ نقش بندیہ کے اکابر اور ان کے بعض خلفا کے حالات ہیں۔ حضرت دوم میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور ان کے فرزندان اور خلفا کے حالات ہیں، یہ اردو ترجمہ حضرت دوم کا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین۔"

(حضرات القدس، اردو ترجمہ ص:10)

حضرت دوم میں حضرت مجدد کا مقام، ظہورِ نورِ محمدی مظہریت محمدی، نسب شریف، نسبت چشتیہ، نسبت قادریہ، سند مصافحہ، نسبت نقشبندیہ، ولادت و طفولیت و تعلم، تعلیم سے فراغت، تصانیف، اکتسابِ کمالاتِ باطنی، عزم سفر حج اور ملاقات حضرت خواجہ باقی باللہ۔ حضرت سوم میں ظہور سے قبل کے واقعات، حضرت چہارم میں خصوصی مقامات و درجات۔ حضرت پنجم میں معمولات اور اخلاق۔ حضرت ششم میں مکاشفات۔ حضرت ہفتم میں معترضین کا جواب۔ حضرت ہشتم میں ملفوظات۔ حضرت نہم میں حلیہ، تصرفات وکرامات۔ حضرت دہم میں وصال کی تاریخیں، حضرت یازدہم میں آپ کے صاحب زادگان اور خلفاے سامی۔ حضرت دوازدہم میں بیس (20) خلفا کے حالات ہیں۔ ان خلفا میں سب سے پہلے حضرت میر محمد نعمان اکبر آبادی کا ذکر ہے، آپ کو خلیفۂ اکبر لکھا ہے۔ آخیر میں اپنے مختصر حالات لکھے ہیں۔ جن بیس (20) خلفا کے حالات لکھے ہیں ان کے اسماے گرامی یہ ہیں:

(1) میر محمد نعمان اکبر آبادی (آگروی) قدس سرہ (2) شیخ نور محمد پٹنی (3) شیخ حمید بنگالی (4) شیخ محمد طاہر لاہوری (5) خواجہ محمد صدیق کشمی (6) شیخ بدیع الدین سہارن پوری (7) شیخ محمد طاہر بدخشی (8) شیخ یار محمد (قدیم) (9) مولانا عبدالہادی بدایونی (10) خواجہ محمد صادق

صدر انجمن محبان صوفیا، سجادہ نشیں خانقاہ فریدیہ، بدایوں

کابلی (11) حاجی خضر خان افغانی (12) شیخ احمد دیبنی (دیوبندی) (13) شیخ احمد برکی (14) شیخ یوسف برکی (5) شیخ کریم الدین عرف عبدالکریم (16) شیخ حسن برکی (17) شیخ عبدالحی (18) خواجہ محمد ہاشم کشمی ثم برہان پوری (19) شیخ آدم قدس سرہ (20) شیخ بدرالدین سرہندی مؤلف حضرات القدس۔

حضرات القدس کے کئی لوگوں نے ترجمے کیے، وہ شائع ہوئے، عوام و خواص نے ان کے مطالعہ سے فائدہ حاصل کیا۔ ان ترجموں میں ایک ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر مصطفےٰ خاں صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد (متوفی 2005ء) کا ہے۔ یہ عمدہ اور آسان ترجمہ ہے، قلم میں روانی ہے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں راست بازی سے کام لیا گیا ہے، اگر کہیں سہو قلم ہوا ہے، خدا رؤف و رحیم ہے اگر کچھ اضافہ یا کمی کی ہے اس کے لیے فارسی کا یہ مقولہ کافی ہے "دروغ بر گردن راوی" احقر کو مضمون نویسی کے وقت فارسی نسخہ نہیں مل سکا، اس لیے ڈاکٹر صاحب کے ترجمہ سے مدد لی۔ یہ ترجمہ دانش پبلشنگ کمپنی کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی 110002 سے شائع ہوا ہے۔

کتاب کا پورا نام "حضرات القدس فی مقامات الاکابر النقشبندیہ و درجات الاعیان الاحمدیہ" ہے۔

(1) تصنیف کی وجہ:

"نویں حضرت" میں شیخ بدرالدین تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ فقیر سترہ سال (17) آپ کی خدمت میں رہا اگر اسی زمانے سے آپ کے مکشوفات اور کرامات اور آپ کے مقامات اور درجات کی تحریر کا ارادہ کیا ہوتا اور ہر روز کے واقعات لکھ لیے جاتے (کیوں کہ آپ سے ہر ساعت اور ہر لمحہ خوارق کا ظہور ہوتا تھا) تو اگر کم سے کم ہر روز کی ایک ہی کرامت فرض کر لی جائے تو قریب تین ہزار کرامتیں میری خدمت کے زمانے کی لکھ لی جاتیں اور اب تو آپ کے وصال کے کئی سال بعد یہ ارادہ پختگی پاتا رہا۔ آپ کے خلفا رشد و ہدایت دینے کے لیے شہروں میں گئے ہوئے ہیں اور بہت سے مرید بھی باہر ہیں تاہم اس تحریر کے وقت جو کچھ مجھے یاد رہا یا بقیہ حضرات سے میں نے سنا وہ تحریر میں لے آیا ہوں اور کیا ہو سکتا ہے؟ جس کا سب کا سب حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اس کے کچھ کو بھی نہیں چھوڑ سکتے، کیوں کہ قلیل کثیر پر اور قطرہ دریا پر دلالت کرتا ہے۔ (حضرات القدس حضرت نہم 19)

کتاب کا تاریخی نام "درجات الابرار" (1043ھ) ہے۔

کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ اضافہ کیا ہے اور یہ کتاب 1058ھ میں مکمل ہوئی۔ کتاب کی بارہویں حضرت جس میں چند خلفا کا ذکر ہے، میں شیخ حمید بنگالی کا سن وفات 1050ھ، شیخ آدم بنوری کا سن وصال (13) شوال 1054ھ لکھا ہے اور نام کے ساتھ قدس سرہ لکھا ہے۔ حضرت میر محمد نعمان اکبر آبادی کے نام کے ساتھ بھی قدس سرہ لکھا ہے۔ فارسی متن میں بھی میر محمد نعمان کے نام کے بعد قدس سرہ لکھا ہوا ہے۔ اگر مصنف نے لکھا ہے تو میر صاحب کی وفات 18 صفر 1058ھ کے بعد ہی حضرات القدس کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ (حضرات القدس حاشیہ ص: 278)

نزہتہ الخواطر میں لکھا ہے کہ میر صاحب کی وفات 18 صفر 1058ھ کو ہوئی۔ "میر والا جاہ نعمان متقی" (1058) مادۂ تاریخ وفات ہے، اکبر آباد (آگرہ) میں دفن ہوئے۔

کتاب کے مکمل ہونے میں تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ دوسری تصانیف میں مشغول رہے اس کا ذکر آپ نے کتاب میں کیا ہے۔ آپ نے حضرت مجدد کے حالات میں آپ کی حیات مبارکہ میں ایک کتاب "سیر احمدی" نام سے لکھی تھی، یہ آپ کی پہلی تصنیف تھی، اس کا حضرت مجدد نے مطالعہ کیا تھا۔ یہ کتاب آپ کے سامان کے ساتھ چوری ہو گئی اس کا آپ کو افسوس ہوا۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جیسا کہ یہ صحیح ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے، میری کتاب "سیر احمدی" جو حضرت مجدد کے حالات پر تھی میرے سامان کے ساتھ چوری ہو گئی اس کے ضائع ہونے کا مجھے غم ہوا اور طبیعت سرد ہو گئی تھی، حتیٰ کہ 1039ھ میں حضرت مجدد کے مناقب لکھنا شروع کیا اور اس کا کچھ حصہ لکھ لیا تھا کہ مجھے پریشانیاں لاحق ہو گئیں اور ان پریشانیوں ہی کے عالم میں اس کتاب کے مسودات جمع کر کر "درجات الابرار" (1043ھ) کے تاریخی نام سے انھیں مرتب کیا۔"

(حضرات القدس، حضرت نہم، ص: 141)

(2) سیر احمدی:

اس کتاب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"اس فقیر مؤلف نے حضرت مجدد کی حیات بابرکات پر پہلے بھی حالات کا مسودہ کر لیا تھا اور اس کا نام "سیر احمدی" رکھا تھا۔ حضرت

کی نظر کیمیا اثر میں پیش بھی کیا تھا، جب آپ اس قصہ تک پہنچے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نے مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ کے فرمانے پر استخارہ میں ایک طوطی کو دیکھا جو درخت کی شاخ سے اڑ کر حضرت خواجہ کے دست مبارک پر بیٹھ گئی .... الخ۔ اس فقیر نے غالباً طوطی کو طائر ہندی لکھ دیا تھا۔ حضرت مجدد نے "طائر ہندی" کا لفظ کاٹ دیا اور لفظ طوطی لکھ دیا اور خوش طبعی کے طور پر فرمایا: "بحمد اللہ تمھاری پہلی تصنیف ہمارے احوال کے متعلق مرتب ہوئی"۔

حضرت مجدد کے حالات پر آپ کی ایک کتاب "وصال احمدی" بھی ہے۔ یہ کتاب آپ نے سب سے آخر میں تحریر کی۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں "مجمع الاولیا" جس کا تاریخی نام "منازل شیوخ" (1044ھ)، "کرامات اولیا" (بعد الموت)، "سنوات الاتقیا" اور "روائح" ہیں "سنوات الاتقیا" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے زمانہ کے بزرگوں سے متعلق ہے۔ روائح میں اصطلاحات واشغال قادریہ نقشبندیہ لکھے ہیں۔ آپ نے کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے، شہزادہ داراشکوہ قادری کی فرمائش پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر کتاب "بہجۃ الاسرار" کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ دارا شکوہ نے عربی میں مناقب غوث اعظم پر دوسری کتاب "روضۃ النواظر" کا فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی خواہش کی، آپ نے اس کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا۔ شہزادے کو یہ ترجمے پسند آئے، اس نے حضرت شیخ روز بہان بقلی کی "تفسیر عرائس البیان" کا فارسی ترجمہ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے شہزادے کی دینی کتابوں میں دل چسپی اور مشائخ سے اس کی عقیدت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ بھی شروع کیا۔ اس کے چوتھائی حصہ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ کے دوران خیال آیا کہ میں نے حضرت مجدد کی حیات وخدمات پر جو کام شروع کیا تھا وہ ادھورا ہے، اس کو مکمل کرنا چاہیے، زندگی کا علم نہیں کتنی باقی ہے اور کب پیغام اجل آجائے اور اس فانی دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ آپ نے تفسیر عرائس البیان کا کام روک دیا اور حضرات القدس کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور کئی سال اس میں صرف کیے اور 1058ھ میں اس کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

مختصر یہ کہ حضرت شیخ بدر الدین سرہندی کی جامع شخصیت تھی آپ نے تالیف وتصنیف اور ارشاد کا خوب کام کیا۔ احقر کی رائے ہے کہ حضرت مجدد کے خلفا میں آپ نے سب سے زیادہ تصنیف وتالیف اور ترجمہ کا کام کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور مرشد کی توجہ۔ اب ہم مصنف کے حالات ان ہی کی کتاب کی مدد سے لکھتے ہیں۔

(3) شیخ بدر الدین سرہندی:

حضرات القدس کے مصنف شیخ بدر الدین سرہندی پندرہ سال (15) سال کی عمر میں حضرت مجدد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سترہ (17) سال آپ کی صحبت میں رہے۔ آپ نے درسی کتب خواجہ محمد صادق اور حضرت مجدد دونوں سے پڑھیں اور اس میں عبور حاصل کیا اور حضرت مجدد صاحب سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مجدد نے سب سے پہلے ذکر اسم ذات کی تعلیم دی، تھوڑے سے عرصہ میں لطائف جاری ہوئے، آپ نے سیر لطائف کی اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ حضرت مجدد کی خاص توجہ سے آپ کو سید عالم صلی اللہ علیہ سلم کا قرب حاصل ہوا اور ولایت موسوی سے ترقی کر ولایت محمدی حاصل ہوئی۔ اپنے حالات میں لکھتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ فقیر کی مسجد میں قبلہ کی طرف پشت کر کے دو زانوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ احقر باہر سے مسجد کے اندر آیا، دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، بے اختیار ہو کر میں نے خود کو حضور کے قدموں میں ڈال دیا، پھر میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر التماس کی یا رسول اللہ مجھے بشارت عنایت فرمائیے، آپ نے یہ آیت پڑھی:

سبحن الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بٰرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيٰتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ. (سورہ بنی اسرائیل آیت 1-پارہ(15)

ترجمہ:۔ پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا تمھارے گھر میں نرینہ اولاد پیدا ہوگی اس وقت تک میرے گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا۔ اس واقعے کے دس ماہ بعد میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا، میں نے اس کا نام محمد عارف رکھا، پھر ہر وقت بیٹا ہی پیدا ہوا اور حضور انور کی بشارت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اب تک سات بیٹے دیے ہیں۔ (حضرات القدس حضرت دوازدہم (12) ص 372)

اجمیر شریف حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار اقدس پر

حاضری اور چشتی نسبت کے ذکر میں لکھتے ہیں:

اس کے بعد اکبر آباد (آگرہ) پہنچا اور جو کام کرنے کا تھا، انجام کو پہنچایا۔ اتفاقاً بادشاہ (شاہ جہاں) کو آخر شعبان میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ کے مزار اقدس کی زیارت کا اتفاق ہوا، اس فقیر کو بھی شوق وہاں پہنچنے کا ہوا۔ چنانچہ شاہی لشکر کے ساتھ میں بھی روانہ ہوا۔ جب اجمیر پہنچا تو مزار اقدس کی زیارت کے لیے گیا وہ ایسا دربار تھا جیسے بادشاہ کا دربار حشمت وعظمت اور شاہانہ جاہ وجلال تھا شاہانہ نوبت بج رہی تھی۔ فوجیوں کی کثرت زائرین کے ہجوم کی وجہ سے جن میں امرا اور بادشاہ بھی تھے، زیارت مشکل ہوگئی۔ حاضری کے دوران آپ کے دل میں خیال گزرا کہ "اے حضرت خواجہ آپ نے اس قدر کثرت کو کیوں پسند فرمایا مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نہ چاہتے تو ایسا ہجوم ہرگز نہ ہوتا"۔ آپ نے فرمایا "ہماری عزت اسلام کی عزت ہے"۔ اس کے بعد ایک اور مرتبہ زیارت حاصل ہوئی۔ پوری رات آپ کے مزار مبارک کے پاس سنگ مرمر کی مسجد میں رات گزارنے کا موقع ملا۔ آخر شب میں جب تنہائی ہوئی تو قبۂ معلی میں زیارت کے لیے حاضر ہوا، بہت دیر تک بیٹھا، پھر وہی خیال دامن گیر ہوا، بلکہ زبان پر یوں جاری ہوا کہ اے حضرت خواجہ اس قدر ہجوم اور کثرت آپ کی نسبت میں رکاوٹ تو نہیں بن جاتی؟ آپ نے فرمایا مجھے دیار ہندوستان کا قطب الاقطاب بنایا گیا ہے خلق کی حاجت اور ان کے مقاصد کو پورا کرنا مجھ سے متعلق ہے، اس لیے لوگوں کا میری طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے اور مجھے امر حق کے بجالانے کے بغیر چارہ نہیں اور جمع بین الامرین مجھے میسر ہے۔ اس کے بعد فرمایا وہ نسبت (معیت حبی) جو خواجہ قطب الدین نے خواجہ محمد باقی کو دے دی تھی اور جو انھوں نے (خواجہ محمد باقی نے) تم کو دی ہے وہ نسبت میری ہی ہے۔ خوب یاد رکھو تم میرے ہو"۔ میں نے عرض کیا کہ اے حضرت خواجہ میں تو اس نسبت کو خواجگان نقشبندیہ کی نسبت سمجھتا تھا لیکن آپ کے اور حضرت خواجہ قطب الدین کے فرمانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسبت چشتیہ ہے، فرمایا کہ "یہ نسبت خواجگان نقشبندیہ کی ہے جو خواجہ یوسف ہمدانی نے مجھے عنایت فرمائی تھی"۔ اس کے بعد ایک بار اور حاضری نصیب ہوئی تو فرمایا: "اپنے وطن کو واپس جاؤ اور وہاں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کی آمد ورفت کو بند کرو اور اس جگہ تکلیف کو برداشت کرو۔" (حضرات القدس، حضرت دوازدہم (12) ص:389)

آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز کے فرمان پر عمل کیا اور اپنے وطن سرہند جانے کا ارادہ کیا۔ دارالخیرا جمیر شریف سے دہلی تشریف لائے اور یہاں سے خیر البلاد سرہند شریف گئے۔ دہلی میں حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے آستانہ مبارک پر حاضر ہوئے۔ دہلی سفر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وہاں سے واپسی پر دہلی آیا اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، دیکھا ایک محبوب نازنین ہیں جو عیش وعشرت کے بستر پر آرام فرما ہیں، آپ نے فرمایا: "معیت حبی جو ہماری نسبت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ طرفین کی محبت برابر ہو لیکن ہم پر محبوبی غالب ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ "مشائخ کے فرمانے کے مطابق گوشہ نشین ہو جاؤ اور صبر بڑا اجر رکھتا ہے اور تحمل بڑا تجمل رکھتا ہے۔ (حضرات القدس حضرت نہم (9) ص:389)

آپ دہلی سے پانی پت ہوتے ہوئے سرہند شریف گئے۔ پانی پت شریف میں آپ حضرت شیخ شمس الدین ترک شاہ ولایت اور حضرت بوعلی شاہ قلندر کے مزارات پر حاضر ہوئے، اور وہاں فیض حاصل کیا۔ آپ سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

"دہلی سے نکلتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی زیارت بھی حاصل کی اور وہ پانی جو مجاور لوگ قدم مبارک میں ڈالتے ہیں وہ میں نے اپنا منھ لگا کر پیا۔ مجھے گریہ طاری ہو گیا اور وہیں مجھے مغفرت کی بشارت ملی۔ میں وہاں سے باہر آیا اور آرزو ہوئی کہ پھر ایک مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی زیارت حاصل کروں۔ چنانچہ تھوڑی راہ طے کرلی تھی کہ مجھے منکشف ہوا کہ یہی وہ باغ ہے جہاں حضرت خواجہ کا مزار ہے۔ میں وہاں پہنچا اور قدم مبارک کا بوسہ لیا، وجد آ گیا اور بڑی عنایتیں دیکھیں (پرانی دہلی میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے وہ جگہ قدم شریف کہلاتی ہے یہ محلہ نبی کریم میں ہے۔ یہاں سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر حضرت خواجہ کا آستانہ مبارک ہے یہ جگہ قبرستان خواجہ باقی باللہ قطب روڈ دلی کے نام سے مشہور ہے یہ قدیم آبادی ہے اور پرانی دلی کہلاتی ہے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کے ذریعہ قدم شریف عرب سے آیا

تھا۔ فیروز شاہ تغلق آپ کا مرید تھا۔ بادشاہ موصوف نے شہر سے باہر اس کا استقبال کیا، امرا و رعایا بادشاہ کے پیچھے تھی۔ قدم شریف حضرت مخدوم نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ کو تیرہ ہزار سکہ رائج الوقت کی نذر پیش کی۔ اس نے ادب سے بوسہ لیا اور اپنے سر پر رکھا اور اسے شہر لایا اور ایک عمارت بنوائی اور اس کو شہزادہ فتح خان کی قبر کے اوپر (709ھ) وسط سینے پر اپنے ہاتھ سے نصب کیا، اس عمارت کا نام "قدم شریف" رکھا اس آبادی کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے محلہ "نبی کریم" ہوا۔ آج بھی یہ محلہ اور یہ جگہ "قدم شریف اور محلہ نبی کرم" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قطب روڈ پر پہاڑ گنج اور صدر بازار کے قریب ہے۔ قدم شریف کے قریب قدیم قلعہ کی دیوار کے آثار موجود ہیں۔ یہاں 11، 12 ربیع الاول شریف کو میلہ لگتا ہے۔) اس کے بعد پھر پانی پت پہنچا اور خواجہ شمس الدین ترک کے مزار مبارک پر پھر حاضر ہوا۔ آپ کی عنایات اور الطاف بے حد مشاہدہ میں آئے۔ اس کے بعد شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر" کے مزار مبارک کی زیارت سے سربلند ہوا۔ الطاف وانعام کے بعد آپ نے فرمایا کہ "(ابھی تو) کوئی تکلیف نہیں اور نہ صبر کا مقام طے ہوا" بے شک چند روز آپ کے قول کے مطابق گزرے اور اس کے بعد سے ایذا صبر اور تحمل سے واسطہ پڑا۔

(حضرات القدس، حضرت دوازدہم (12)، ص:390)

راہ سلوک طے کرنے میں سالک کو ان مقامات سے گزرنا ہوتا ہے، جب مقامات طے ہو جاتے ہیں، جس کے نصیب میں جو ولایت ہوتی ہے اس کو ملتی ہے، کسی کو ولایت ابراہیمی، کسی کو ولایت موسوی، کسی کو ولایت عیسوی، کسی کو ولایت محمدی ملتی ہے، یہ رب کے فضل پر ہے۔ سب ولایتوں میں ولایت محمدی افضل ہے۔ شیخ بدر الدین سرہندی کو پہلے ولایت موسوی اور اس کے بعد ولایت محمدی حاصل ہوئی۔ آپ نے اس کا ذکر حالات میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

(4) واقعہ:

ایک رات میں نے واقعے میں دیکھا کہ تمام عالم پانی سے بھرا ہوا ہے اور میں ایک راستے سے جا رہا ہوں۔ جتنا میں آگے جاتا ہوں پانی اس راہ سے گہرا ہوتا جاتا ہے میں واپس ہوا اور دوسرا راستہ اختیار کیا۔ میں نے دیکھا کہ (سامنے) خانہ کعبہ ہے اور وہ تمام گہرا پانی اس کے دامن میں ڈالا گیا ہے۔ سیاہ غلاف اس پر پہنا دیا گیا ہے اور وہ کعبہ کی پشت تھی جو پانی کی طرف تھی۔ لیکن کعبہ کے پہلو میں حرم میں ایک دروازہ تھا میں اس راہ سے اندر آیا تو کعبہ بالکل سامنے تھا۔ وہاں جو دروازہ تھا وہ محل کے دروازے کی طرح وسیع تھا اور سیاہ لباس دروازے کے سامنے لٹکا ہوا تھا۔ میں نے وہ اوپر کو اٹھایا تو اندرونی دیواروں پر توریت لکھی ہوئی تھی میں نے وہ پڑھی اور پردہ چھوڑ دیا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اس کے بعد میں بلندیوں پر گیا کہ جہاں پانی اور رطوبت نہیں تھی اور وہاں میرے دوست پیدا ہو گئے جنھوں نے میری دعوت کی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

اس واقعے کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ مجھے درویش کو ولایت محمدی اور ولایت موسوی حاصل ہوئی۔ میں نے یہ واقعہ اور اس کی یہ تفسیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ: "مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے"۔

(حضرات القدس، حضرت دوازدہم، ص:390)

یہ آخری واقعہ ہے جو آپ نے لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ جملے لکھے ہیں، جو مصنفین لکھتے ہیں وہ یہ ہیں:

والسلام اولاً وآخرًا علی سید الاولین والآخرین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے یہ کتاب مکمل ہوئی جس کا نام ہے "حضرات القدس فی مقامات الاکابر النقشبندیہ و درجات الاعیان الاحمدیہ"۔

حضرت مجدد صاحب نے اپنے خلفا کو دعوت و تبلیغ، اصلاح معاشرہ اور تعلیمات تصوف کو عام کرنے کے لیے مختلف مقامات پر بھیجا۔ آپ کو خلافت عطا فرما کر بحیثیت نائب رشد و ہدایت کے لیے بھیجا، آپ نے وہاں اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا۔ اخیر عمر میں حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت محبوب الٰہی کی ایما پر سرہند شریف آ گئے۔ آپ نے یہاں لوگوں کی ایذا رسانی اور تکالیف پر صبر کیا جیسا کہ سالکان راہ طریقت کا طریقہ ہے اس کی خبر آپ کو حضرت قلندر صاحب نے پہلے دی تھی، آپ اطاعتِ الٰہی اور عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ یہیں آپ کا وصال ہوا۔

*****

صدائے بازگشت

ماہ رمضان میں خیر وبرکت کی برسات!

مکرمی! سلام مسنون۔

رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا ہے اخباروں کے صفحات پر خوب طرح کے پکوان کی تصویریں چھپ رہی ہیں، بازاروں میں چہل پہل اور خریداری ہو رہی ہے بعد نمازِ عصر مسلم آبادیوں میں پھل فروٹ اور میٹھائیوں کی دکانیں سج دھج جاتی ہیں جس کے ہاتھوں میں دیکھو تو جھولا اور ساپر نظر آتا ہے کسی کے ایک ہاتھ میں سامان ہوتا ہے تو کسی کے دونوں ہاتھوں میں سامان ہوتا ہے بہت سے روزہ دار خریداری کے وقت اپنے بچّوں کو بھی ساتھ لیے رہتے ہیں یقیناً رمضان المبارک کا مہینہ خیر وبرکت کا مہینہ ہے، ذکرو اذکار کا مہینہ ہے، ایک دوسرے کے حالات کے احساس کرنے کا مہینہ ہے ہاتھوں کو سخاوت کی راہ میں بلند کرنے کا مہینہ ہے، پاؤں کو صداقت کی راہ میں بڑھانے کا مہینہ ہے، دل و دماغ کو تلاوت قرآن سے ترو تازہ کرنے کا مہینہ ہے، زبان سے اللہ اللہ کی صدا بلند کرنے کا مہینہ ہے جب ان سارے احکامات اور خصوصیات کو جمع کریں گے اور سب پر عمل کریں گے تو اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ رمضان کا مہینہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا مہینہ ہے اس لیے ہر مسلمان یاد رکھے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو اللہ کریم ہے اور یہ اس کا معاملہ ہے وہ چاہے تو بخش دے گا مگر حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو اللہ بھی اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک بندہ خود معاف نہ کرے لہذا اس مبارک مہینہ میں کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیں اور کسی کا دل نہ دکھائیں رمضان مبارک کے مہینے کا ہر دن اور رات یہی پیغام جاری ہوتا ہے کہ اے روزہ دار تو سحری کرنے کے بعد سے جب تک سورج غروب نہیں ہوجاتا اس وقت تک تو کچھ بھی نہیں کھاتا پیتا ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا تو باقی دنوں میں تجھے کیوں احساس نہیں ہوتا ہے کہ حرام کا لقمہ کھانے سے عبادت کرتے کرتے تیر کی طرح سیدھی کمر کمان کی طرح ٹیڑھی بھی ہوجائے پھر بھی عبادت قبول نہیں ہوگی، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ حق تلفی کرنے کی وجہ سے اگر یتیموں کے دل سے آہ نکل گئی تو آسمان کے ساتوں دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ آہ عرش اعظم سے ٹکراتی ہے۔

ہر سال ماہ رمضان آتا ہے اور گذر جاتا ہے اور یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ جب تم ایک مہینہ کے لیے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرتے ہو تو روزانہ بعد نمازِ ظُہر سے وقت افطار اور بعد افطار تک اللہ رب العالمین کی خیر وبرکت کی جھما جھم برسات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کھلا ہوا خزانہ بھی دیکھتے ہو کہ ہر شخص مختلف اقسام کے لوازمات دسترخوان پر سجاتا ہے اور رمضان مبارک کے مہینے کے بعد تمھارا جو حال رہتا ہے ذرا ایک مہینے تک روزانہ ایسے ہی انتظام کرو اور دسترخوان سجا کر دکھاؤ؟ یقیناً اللہ اپنے وعدوں میں سچا ہے یعنی رمضان مبارک کے مہینے کے بعد بھی تمھارے اندر تقوی اور پرہیزگاری اور اللہ کا خوف اور عبادت و ریاضت کا شوق و ذوق و عمل برقرار رہتا تو ایسے ہی رحمتوں برکتوں اور نعمتوں کی برسات ہوتی مگر افسوس کی بات ہے کہ ایک مہینہ روزہ رکھ کر اور صوم و صلاۃ کی پابندیوں کے بعد بھی مسلمانوں پر رمضان مبارک کے اثرات مرتب نہیں ہوتے جبکہ رمضان کے بعد بھی مساجد سے اذان کے کلمات بلند ہوتے ہیں، مساجد میں قرآن رکھے رہتے ہیں، چٹائیاں بچھی رہتی ہیں لیکن مسلمانوں کو احساس نہیں ہوتا،، اے مسلمانوں رمضان کے مہینے میں جہاں بہت ساری دعائیں کرتے ہو وہیں یہ بھی دعا کرو کہ اے رب ذوالجلال رمضان کے بعد بھی ہمیں ذکرو اذکار، عبادت و ریاضت اور کار خیر کی توفیق عطا فرما آمین یارب العالمین

از: جاید اختر بھارتی محمد آباد

صدقۂ فطر

مکرمی! سلام مسنون۔

عظمت و تقدس سے سرشار مہینہ رمضان المبارک ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالی کی خصوصی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ اس ماہ میں ہر بندۂ مومن اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دیگر مہینوں کی بہ نسبت اس مہینے میں حصول حسنات کے لیے زیادہ سرگرم عمل رہتا ہے، روزہ اسلام کی پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، جس کی ادائیگی کے لیے اللہ تعالی نے رمضان جیسا پاکیزہ مہینہ منتخب فرمایا۔ روزہ: ایک خوشگوار زندگی گزارنے کی تربیت ہے، روزہ کو پاکیزگی کا ذریعہ بنانے کے لیے صدقۃ الفطر متعیّن کیا گیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! صدقہ فطر واجب ہے۔ یہ روزہ داروں کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ غریبوں اور مسکینوں کے لیے خوردونوش کا بندوبست بھی ہے۔ جو شخص عید کی نماز سے پیشتر ادا کرے تو مخصوص زکوۃ ہوگی، اور جو اسے بعد میں ادا کرے تو یہ عام صدقوں سے ایک صدقہ ہے۔ روزہ دار چاہے جتنا اہتمام کرلے، کچھ نہ کچھ خامیاں، لاپروائیاں دوران روزہ ہو ہی جاتی ہیں۔ روزہ میں کھانے پینے جماع کرنے جیسی روزہ کو توڑنے والی اشیا سے تو باآسانی اجتناب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جھوٹ، غیبت، چغل خوری، طعن و تشنیع، فساد، لغو گوئی، اور فضول کاموں سے مکمل احتیاط نہیں ہو پاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالی نے صدقہ فطر متعیّن کیا، تاکہ روزے کی تطہیر نیز ثواب کی تکمیل بھی ہو جائے، پیران پیر غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں رقم طراز ہیں:

جس طرح استغفار اور توبہ گناہوں اور معصیتوں کی اصلاح کرنے والا ہے، اسی طرح صدقہ فطر روزے کی اصلاح کرتا ہے۔ یا جس طرح شیطان کے ورغلانے اور بہکانے سے حالات نماز میں جو خامی واقع ہوتی ہے۔ تو سجدہ سہو اس کی تلافی کرتا ہے۔ اس موقع پر شیطان شرمندہ اور ذلیل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی اس کا موجب ہوتا ہے۔

اسی طرح روزہ میں جو کمی اور کوتاہی واقع ہوتی ہے، اس کی تلافی اور تدارک صدقۃ الفطر کرتا ہے، صدقہ فطر 2 کلو 47 گرام گیہوں یا 4 کلو 94 گرام جو، منقی، کشمش، کھجوریا ان میں سے کسی ایک کے برابر قیمت ہے، جسے گھر کے ہر چھوٹے بڑے افراد کی جانب سے ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ادانہ کرنے کی صورت میں روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اول وقت میں اسے مستحقین تک پہنچانے کا بندوبست کریں۔ اور انہیں اپنی خوشیوں میں شامل کریں۔ اللہ تعالی ہمیں زیادہ سے زیادہ دین متین کی سچی اور صحیح خدمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ مدارس دینیہ نیز غربا اور مساکین کی حسب استطاعت امداد اعانت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین،

از: محمد عبدالباری نعیمی اعظمی
استاد مدرسہ عربیہ فیض نعیمی، سریا پہاڑی، اعظم گڑھ

کہیں آپ رمضان کے اصل مقصد سے غافل تو نہیں

دیکھتے ہی دیکھتے نصف رمضان گزر گیا، پتہ ہی نہیں چلا، اب آپ ذرا رکیے اور اپنا محاسبہ کیجیے۔ درج ذیل ہدایات اور تعلیمات کی روشنی میں غور کیجیے بقیہ رمضان کس طرح گزارنا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک و پیاس کے کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات کو قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو شب بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ)

روزہ اسلام کے پانچ اراکین سے میں سے ایک اہم رکن ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں بندہ اپنی محبوب ترین چیزوں جیسے کھانا پینا اور جماع کو اس کی فطری محبت کے باوجود چھوڑ کر اللہ سبحانہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے لیکن روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں، روزہ نفس کی تربیت، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جانے کا نام ہے۔ دوسری عبادتوں کے اندر غور کیجیے کہ سب میں عمل کا حکم ہے، حج کرنا ہے، نماز پڑھنی ہے، زکوٰۃ دینی ہے مگر روزہ کا معاملہ سب سے جدا ہے جس میں ہمیں کرنا نہیں ہے رکنا ہے۔ کھانا نہیں کھانا ہے، پانی نہیں پینا ہے،

فطری خواہشات سے بچنا ہے، زبان کی لغزشوں سے خود کو بچانا ہے، گویا پورے اعضاء کو ہمیں بہت سی جائز اور ناجائز باتوں سے روکنا ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم جائز چیزوں سے تو رک جاتے ہیں مگر ناجائز چیزیں جن سے ایک مسلمان کو زندگی کے ہر لمحے میں بچنے کی ضرورت ہے وہ روزے کی حالت میں ان چیزوں کا اور زیادہ شکار ہوجاتا ہے۔ حالانکہ روزے کی حالت میں ان سے بچنا اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ جگہ اور حالت کے حساب سے گناہ کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے اور روزے کے اجر و ثواب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہم ایک مکمل اور پورے اعضا کا روزہ کس طرح سے رکھ سکتے ہیں اور کس طرح اپنا بقیہ رمضان گزار سکتے ہیں۔

دل کا روزہ: دل جسے تمام اعضا و جوارح کا بادشاہ کہا جاتا ہے سب سے پہلے اسی کی اصلاح ضروری ہے لہٰذا جب ہم اپنے روزے کی نیت کریں تو سب سے پہلے اپنے دل کا جائزہ لیں۔ دل کا روزہ یہ ہے کہ ہمارے دل میں کسی کے لیے بغض و حسد کے جذبات نہ ہوں، کسی کے لیے دل میں بدگمانی ہو تو اسے خوش گمانی میں تبدیل کریں۔ دل کو تکبر سے پاک کریں، اپنی عبادت کو زیادہ جان کر فخر کا احساس نہ ہو کیوں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کس کی نیکی اللہ کی بارگاہ میں پسند آتی ہے؟

آنکھ کا روزہ: آنکھ جو برائیوں کی سمت لے جاتی ہے، اس کو بھی قابو میں رکھنا روزہ کی درستگی کے لیے ضروری ہے لہٰذا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے اسے بچائیں۔ موبائل کا استعمال کم کردیں، اسی طرح راستہ چلیں تو نظریں جھکا کر چلیں، غیر محرم پر نگاہ پڑ جائے تو توبہ کرلیں اور دوسری نگاہ نہ ڈالیں۔

ہاتھ اور پاؤں کا روزہ: ایک روزہ دار کو چاہیے کہ اس کا ہاتھ حرام لینے، پکڑنے اور حرام چھونے سے رکا رہے۔ نیز بلا ضرورت اسکرین سرفنگ کرنے اور انسٹاگرام اور یوٹیوب پر بلا مقصد ریلز چلانے سے بھی بچیں۔ پاؤں کا روزہ ہے کہ اللہ کو ناراض کرنے والی جگہوں پر جانے سے اسے روکے رکھیں، نیز بازاروں کا چکر لگانے اور اپنے قیمتی اوقات کو خریداری میں ضائع کرنے سے بھی بچائیے۔

کان کا روزہ: کان کا روزہ یہ ہے کہ ہم اپنے کان کو لایعنی، فحش اور گندی باتوں کو سننے سے روکیں، کوئی کسی کی ہم سے برائی کر رہا ہو تو اسے منع کریں، ورنہ وہاں سے اٹھ جائیں۔

زبان کا روزہ: زبان کا روزہ یہ ہے کہ ہم غیبت، چغلی، فحش کلامی، لایعنی باتوں، غصہ کے وقت زبان کو بے لگام چھوڑنے اور اسی طرح ہر جھوٹی اور حرام بات سے خود کو محفوظ رکھیں۔ یہ اس قدر نازک مسئلہ ہے کہ زبان کی لغزش اور تھوڑی سی غفلت و کوتاہی ہی سے اعمال برباد اور آدمی جہنم کا راہی بن سکتا ہے اور یہ فرمان نبوی یاد رکھیں: ”جو انسان روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا ترک نہیں کرتا اللہ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

خدا را رمضان کے اس مہینے میں اپنی عبادتوں کو ضائع ہونے سے بچائیے اور رمضان کے جو دن رہ گئے ہیں، انھیں مفید بنائیے۔ جس طرح صالح اعمال کرنے ضروری ہیں، اسی طرح اس سے بڑھ کر ان کی حفاظت کرنا بھی لازم ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جب کسی کو یہ معلوم ہو کہ اس نے جو روزے رکھے اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سوائے اس کے کہ وہ بھوکا پیاسا رہا؟ اللہ فرماتا ہے: ”اس عورت کی طرح نہ بنو جس نے مضبوطی سے سوت کاتنے کے بعد اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔“

یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ رمضان کے اس مقدس مہینے میں آپ کا ہر لمحہ قیمتی ہے لہٰذا ایسے بابرکت مہینے میں جب ہمیں شیطان کے ظالم پنجوں سے اللہ تعالیٰ آزادی دیتا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم منکرات سے بچتے ہوئے اس کے لمحے لمحے سے استفادہ کریں۔

از: سحر اسعد

—❊—❊—❊—❊—

بنارس میں

ماہ نامہ اشرفیہ و اشرفیہ کلینڈر ملنے کے پتے

(1)- جناب الحاج ابرار احمد عزیزی
جنرل اسٹور۔ متصل جامعہ ہاسپٹل، پیلی کوٹھی، بنارس
موبائل: 9918865967

(2)- ریحان سوٹ گھر، دوکان نمبر 23
نئی سڑک، حافظ لنگڑے کی مسجد، بنارس
موبائل: 9918342716، 6386922309

عالمی خبریں

غزہ میں 2 ایٹم بم جتنا بارود استعمال کیا گیا

اقوام متحدہ نے اپنے نمائندۂ خصوصی برائے فلسطین کی رپورٹ کی بنیاد پر یہ انکشاف کیا، غزہ میں اسرائیل اب تک 25ہزار ٹن بارود استعمال کرچکا ہے، خطہ کی صورت حال کوانسانی حقوق کونسل کے ماہرین نے نسل کشی سے تعبیر کیا، اس کے باوجود اسرائیلی بمباری جاری، اب مکانات نشانے پر اسرائیلی بمباری کے سبب غزہ کی عمارتیں اور مکانات ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

اقوام متحدہ نے اسرائیلی ہٹ دھرمی، شیطنت اور ظلم کی روش کا ایک اور پردہ فاش کرتے ہوئے یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل نے غزہ کو تباہ کرنے کے لیے دو ایٹم بموں کے برابر بارود استعمال کیا ہے۔ اقوام متحدہ کی نمائندہ خصوصی برائے فلسطین کی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ اسرائیل غزہ پر اب تک 25ہزار ٹن بارود استعمال کرچکا ہے جو دو جوہری بموں کے برابر ہوگا۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فورسیز نے اسپتالوں، زرعی اراضی، تعلیمی اداروں اور فلسطینیوں کے گھروں کو اپنی وحشیانہ بمباری کے ذریعے مکمل طور پر تباہ کردیا ہے۔ اسرائیل کے حملوں میں 75/ہزار کے قریب فلسطینی زخمی ہوچکے ہیں جبکہ سیکڑوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں یہ بات بھی ہے کہ اسرائیلی فوج گرفتار شدہ فلسطینیوں کو بدترین انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنارہی ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ اسرائیل یہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے کہ غزہ میں مارے جانے والے مرد حماس سے تعلق رکھتے تھے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسرائیل نے غزہ میں نسل کشی کی ہے۔ اسرائیل نے نسل کشی کی کارروائیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ جن میں سے کارروائی کے طور پر گرفتار شدہ فلسطینیوں کو شدید جسمانی یا ذہنی نقصان پہنچایا گیا ہے۔ ان کے خلاف جان بوجھ کر ایسے اقدامات کیے گئے جن سے بچوں کی پیدائش رُک جائے۔ رپورٹ میں یہ بات بھی درج ہے کہ غزہ میں خوراک کی کمی اور غذائی قلت سے یومیہ 10/بچے جاں بحق ہو رہے ہیں۔

غزہ کی صورت حال پر اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی ماہر فرانسیسکا البانیز نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل نے پانچ ماہ میں اس علاقے کو پوری طرح نیست و نابود کردیا ہے۔ یہ تباہی فلسطینیوں کو منظم طور سے ختم کرنے کی دانستہ کوشش ہے۔ انھوں نے عالمی برادری پر زور دیا ہے کہ وہ غزہ میں مزید ہلاکتوں کو روکنے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور اسرائیل کو مزید ہتھیار فراہم کرنے سے روکیں۔ جب تک اسرائیل پر اسلحہ خریدنے کی پابندی نہیں لگائی جائے گی وہ اپنی کارروائیاں جاری رکھے گا۔ انھوں نے اسرائیل کو ہتھیار فراہم کرنے والے ممالک سے بھی اپیل کی کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ انھوں نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ جو لوگ بمباری اور حملوں میں بچ گئے ہیں ان کی زندگیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

رپورٹ میں غزہ پر حملے کے دوران اسرائیلی اقدامات کے تجزیے، اس کے اعلیٰ سطحی حکام کے بیانات اور ان کے نتیجے میں اسرائیلی فوجیوں کے طرز عمل کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اسرائیل کی کارروائیاں نسل کشی کی حدود کو چھو رہی ہیں۔ اسرائیلی سماج میں فلسطینیوں سے نفرت پر مبنی بیانات نشر کیے جارہے ہیں کہ غزہ کی تمام فلسطینی آبادی اسرائیل کی دشمن ہے اس لئے اسے بزور طاقت ختم کردینا چاہئے۔ رپورٹ کے مطابق، اسرائیل کی فوجی قیادت اور فوجیوں نے حملوں کے دوران تمام بین الاقوامی اصولوں کو جان بوجھ کر پامال کیا۔ رپورٹ کے مطابق اب تک اسرائیل نے 23 ہزار سے زائد فلسطینی شہریوں کو ہلاک کیا ہے جن میں بچوں کی تعداد 13 ہزار سے زیادہ ہے۔ اندازہ کے مطابق تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے تلے دبنے سے 12/ہزار سے زیادہ ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ علاقے میں متواتر بمباری اور

زمینی حملوں میں زخمی ہونے والے شہریوں کی تعداد 75 ہزار کے قریب ہے۔ ان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں اب عمر بھر کے لیے معذوری کا سامنا ہے۔ ہزاروں خاندانوں نے اپنے کسی ایک رکن کو کھو دیا ہے اور بہت سے گھرانے پوری طرح ختم ہو گئے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہلاک ہونے والے عزیزوں کو دفنا نہیں سکے کیونکہ انھیں جان بچانے کے لیے ان کی لاشیں گھروں میں، سڑکوں پر یا ملبے پر ہی چھوڑ کر نکلنا پڑا۔ ان حالات اور سلامتی کونسل میں جنگ بندی کی قرار داد منظور ہونے کے باوجود اسرائیلی حملے جاری ہے۔ اب صہیونی فوج غزہ میں باقی رہ جانے والے مکانات پر بمباری کر رہی ہے جس میں 76/ ہلاکتوں کی اطلاع ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیلی فوج نے الشفا اسپتال کو گھیر رکھا ہے۔

قرآن کا نسخہ نذر آتش کرنے والے عراقی شخص کی سویڈن سے ملک بدری، ناروے میں پناہ

سویڈن میں متعدّد مرتبہ قرآن مجید کا نسخہ نذرِ آتش کرنے والے عراقی شخص کو سویڈن حکام نے ملک بدر کر دیا ہے۔ اس نے ناروے میں پناہ لی ہے۔ سویڈن میں اس پر نسلی اقلیتوں کو تشدد پر اکسانے کا الزام ہے۔ ناروے حکام نے اس بارے میں کوئی بیان نہیں دیا ہے۔

سویڈن میں قرآن مجید کے متعدّد نسخے نذرِ آتش کرنے والے عراقی شخص نے بدھ کو ایک اخبار کو بتایا کہ وہ اسٹاک ہوم میں حکام کی طرف سے ملک بدری کے حکم کے تناظر میں پڑوسی ملک ناروے میں پناہ حاصل کرے گا۔ 37/ سالہ سلوان مومیکا نے گزشتہ چند برسوں کے دوران سویڈن میں اسلام کی مقدس کتاب کو نذر آتش اور اس کی بے حرمتی جیسی گھٹیا حرکت کئی مرتبہ کی ہے۔ مومیکا نے بدھ کو سویڈش ٹیبلائیڈ ایکسپریسن میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں کہا کہ "میں ناروے جا رہا ہوں۔ سویڈن صرف دہشت گردوں کو قبول کرتا ہے، انہیں پناہ دی جاتی ہے اور تحفظ فراہم کیا جاتا ہے جب کہ فلسفیوں اور مفکرین کو نکال دیا جاتا ہے۔"

مومیکا کی قرآن مجید کے نسخے نذر آتش کرنے کی مذموم حرکت سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھی جس کے سبب مسلم ممالک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس وجہ سے کئی جگہوں پر فسادات ہوئے اور بدامنی پھیلی۔ اس کے بعد سے سویڈش حکام سویڈن میں نسلی گروہوں کے خلاف اکسانے کے الزام میں اس سے تفتیش کر رہے ہیں۔

ایکسپریسن کے مطابق مومیکا کی ملک بدری کی ایک وجہ ہے سویڈن کی نیٹو رکنیت جسے اس ماہ کے شروع میں حتمی شکل دی گئی۔ دیگر ممالک کی طرح اس کے اقدامات کو نیٹو کے رکن ترکی میں وسیع تشہیر ملی جس نے اسٹاک ہوم کے فوجی اتحاد میں شامل ہونے کے دعویٰ کو طویل عرصے تک ویٹو کر دیا تھا۔ سویڈن کے مائیگریشن حکام نے اکتوبر میں مومیکا کے رہائشی اجازت نامے کو یہ کہتے ہوئے منسوخ کر دیا تھا کہ اس نے اپنی درخواست پر غلط معلومات فراہم کی ہیں اور اسے عراق بھیج دیا جائے گا۔ لیکن حفاظتی وجوہات کی بنا پر اس کی ملک بدری روک دی گئی ہے کیونکہ مومیکا کے مطابق، اگر اسے اپنے آبائی ملک واپس کر دیا گیا تو اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔

غزہ جنگ کی طوالت سے مایوس معروف اسرائیلی قانون ساز گیڈون سار مستعفی

اسرائیل کے ممتاز قانون ساز اور نیو ہوپ دی یونائیٹڈ رائٹ پارٹی کے سربراہ گیڈون سار نے غزہ پٹی میں فلسطینیوں کے خلاف جاری اسرائیلی جنگ کی طوالت اور ملک کی بین الاقوامی حیثیت پر اس کے اثرات پر تشویش کا حوالہ دیتے ہوئے حکومت سے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا ہے۔ سار کا یہ فیصلہ وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کی جانب سے فوجی آپریشن سے نمٹنے اور جنگ کی کابینہ سے سار کو خارج کرنے کے حوالے سے بڑھتی ہوئی مایوسی کے درمیان آیا ہے۔

غزہ میں ہلاکتوں کی شرح حالیہ تاریخ میں کسی بھی جنگ میں سب سے زیادہ ہے۔ میڈیا کو دیے گئے ایک بیان میں، سار نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ فوجی حکمت عملی مؤثر طریقے سے اسرائیل کے اہداف کو آگے نہیں بڑھا رہی اور اس کے بجائے مہم کو طول دے رہی ہے۔ انہوں نے دلیل دی کہ حماس کی فوجی طاقت کو تباہ کرنے کے لیے تیز ترین نظام الاوقات پر عمل درآمد کیا جانا چاہئے تھا۔ مزید برآں، سار نے اس بات پر زور دیا کہ طویل جنگ نے بین الاقوامی سفارتی میدان میں اسرائیل کی حیثیت پر منفی

اثر ڈالا ہے۔ حفاظتی کابینہ میں بار بار اپنے تحفظات کا اظہار کرنے کے باوجود سار نے محسوس کیا کہ اس کا اثر و رسوخ محدود ہے کیونکہ فورم محض بات چیت کی دکان بن گیا ہے جس میں اہم فیصلے خصوصی طور پر جنگی کابینہ کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔

اسرائیل نے غزہ میں ۲۱۲/ اسکولوں کو براہ راست نشانہ بنایا ہے

اقوام متحدہ اور دیگر اداروں کی مشترکہ رپورٹ میں نشاندہی کی گئی ہے کہ اسرائیل نے محصور غزہ میں اب تک براہ راست ۲۱۲/ اسکولوں کو نشانہ بنایا ہے۔ نشان دہی کی گئی ہے کہ جنگ بندی کے بعد محصور خطے کی تقریباً ۶۷/ فیصد اسکولوں کو دوبارہ فعال ہونے کے لیے یا توبڑے پیمانے پر بحالی یا مکمل تعمیر کی ضرورت ہوگی۔

یونیسیف، ایجوکیشن کلسٹر اور سیودی چلڈرن کی مشترکہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سیٹلائٹ تصاویر سے اندازا لگایا جاسکتا ہے کہ خطے کی ۵۳/ اسکولیں مکمل طور پر تباہ ہو گئی ہیں اور فروری کے وسط سے اسکولوں کے صحن میں ۹/ فیصد حملوں میں اضافہ ہوا ہے۔

یہ رپورٹ 27 مارچ کو جاری کی گئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اسکولوں پر براہ راست حملوں نے غزہ کے پہلے سے خراب شدہ حالات کو مزید بد ترین کر دیا ہے۔ غزہ کے 563 اسکول کی عمارتوں میں سے، 212 میں سے 165 اسکولوں کو براہ راست نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ اسکول ایسے علاقوں میں ہیں جہاں سے اسرائیل نے فلسطینیوں کو نقل مکانی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

ڈیٹا یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ جنوبی غزہ کے خان یونس میں 62، وسطی علاقوں کی 14 جب کہ غزہ کی 94 فیصد اسکولوں کو براہ راست نشانہ بنایا گیا ہے۔ 86.2 اسکول یا تو مکمل طور پر تباہ ہو گئے ہیں یا انھیں بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا ہے۔ 7 اکتوبر سے اب تک یو این آر ڈبلیو اے کے 2 اسکولوں میں سے ایک اسکول کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ غزہ میں پچھلے 6 ماہ سے تعلیم کا سلسلہ مکمل طور پر منقطع ہو گیا ہے۔

اسرائیلی فوجی اسکولوں کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں

سیٹلائیٹ تصاویر اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جنگ کے بعد سے اسرائیلی سیکوریٹی فورسیز (آئی ایس ایف) فوجی مقاصد کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ متعدّد رپورٹس، تصاویر اور ویڈیوز سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئی ایس ایف کے کارکنان اسکولوں کو حراست، تفتیشی سینٹرز اور فوجی مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ سیٹلائٹ تصویروں میں فروری میں اسکول کے احاطے میں گولہ باری اور فوجی ٹینکوں کو بھی دکھایا گیا ہے۔

مزید نشاندہی کی گئی ہے کہ 320 اسکولوں کی عمارتوں میں سے 188 کو براہ راست نشانہ بنایا گیا ہے جب کہ 98 اسکولوں کو نقصان پہنچایا گیا ہے جنھیں بے گھر فلسطینی شیلٹرز کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

خیال رہے کہ اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں اب تک غزہ میں 32 ہزار سے زائد فلسطینی جاں بحق جب کہ 70 ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ عالمی عدالت میں اسرائیل کو نسل کشی کا مرتکب ٹھہرایا گیا تھا۔

عالمی عدالت نے جنوری میں کارروائیوں کے دوران اسرائیل کو غزہ میں شہریوں کی حفاظت کے لیے اقدامات کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اسرائیل نے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی۔ تاہم، گزشتہ ہفتے اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی تھی جس کے مطابق غزہ میں فوری جنگ بندی اور بلا شرائط یرغمالوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسرائیل نے اس مطالبے کی بھی کوئی قدر نہیں کی تھی۔

یو این ہیومن رائٹس کی نمائندہ فرانسسکا البانیز نے اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ اسرائیل غزہ میں نسل کشی کی کارروائیاں انجام دے رہا ہے۔ ان کی رپورٹ کی اقوام متحدہ میں ممبران ممالک نے حمایت کی تھی۔ امریکہ نے اسے اسرائیل کے خلاف جانب دار نہ جب کہ اسرائیل نے اسے حقیقت سے پرے قرار دیا تھا۔

******

خیر آباد، مئو میں

ماہ نامہ اشرفیہ و اشرفیہ کلینڈر ملنے کا پتا

حضرت مولانا محبوب احمد صاحب
مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، ضلع مئو
موبائل: 7275644786، 9208066900

خیر و خبر

یوپی مدرسہ بورڈ قانون کو ہائی کورٹ نے کیا رد سیکولرازم کے اصولوں کے خلاف قرار دیا

الہ آباد: الہ آباد ہائی کورٹ نے اتر پردیش مدرسہ بورڈ کو جھٹکا دیتے ہوئے یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004 کو غیر آئینی قرار دیا ہے اور اسے منسوخ کر دیا ہے۔ عدالت عالیہ کا کہنا ہے کہ یہ ایکٹ سیکولرازم کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ نیز، یوپی حکومت کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ کی مزید تعلیم کے لیے ایک منصوبہ بنائے اور انہیں مرکزی دھارے کے تعلیمی نظام میں شامل کرے۔

واضح رہے کہ انشومن سنگھ راٹھور سمیت کئی لوگوں نے یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004 اور اس کے اختیارات کو چیلنج کرتے ہوئے عدالت میں عرضداشت داخل کی تھی۔ اس عرضداشت میں حکومت ہند، ریاستی حکومت اور محکمہ اقلیتی بہبود کی جانب سے مدارس کے انتظام اور دی جانے والی امداد پر اعتراضات کیے گئے تھے۔ عرضداشت پر سماعت کے بعد جسٹس وویک چودھری اور جسٹس سبھاش ودیارتھی کی ڈویژن بنچ نے یہ حکم سنایا۔

”مبالغہ آرائی“ معاشی ترقی میں بڑی رکاوٹ: سابق آر بی آئی گورنر رگھورام راجن

ماہر اقتصادیات اور ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) کے سابق گورنر رگھورام راجن نے بلومبرگ نیوز کو دیے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ ہندوستان کی مضبوط اقتصادی ترقی کے تعلق سے مبالغہ آرائی پر یقین کرنا سب سے بڑی غلطی ہے، اور ملک کے شہری اس پر یقین کر سکتے ہیں۔

راجن نے کہا کہ ”مبالغہ کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لیے ہمیں مزید کئی برسوں کی سخت محنت درکار ہوگی۔ سیاستداں چاہتے ہیں کہ آپ مبالغہ پر یقین کریں تاکہ وہ یہ باور کرا سکیں کہ ہم نے ترقی کی منازل طے کر لی ہیں۔“ ماہر اقتصادیات نے متنبہ کیا کہ ہندوستان کے لیے اس مفروضے کے سامنے جھک جانا ایک سنگین غلطی ہوگی۔“

انھوں نے کہا کہ ہندوستان کو سب سے پہلے مزید افرادی قوت کو روزگار کے قابل بنانے کی ضرورت ہے، اور دوسرا، اس کے پاس موجود افرادی قوت کے لیے ملازمتیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

راجن نے کہا کہ اگر 2047ء تک آبادی میں کوئی اضافہ کیے بغیر ممکنہ ترقی کی شرح 6/ فیصد سالانہ پر برقرار رہتی ہے اور تب تک آبادی کے اضافہ کے ثمرات اختتام کو پہنچ جائیں گے تو ہندوستان ایک نچلی درمیانی معیشت ہی رہے گا۔ انھوں نے جنوری میں تبصرہ کیا تھا کہ ملک کو ترقی یافتہ معیشت بنانے کے لیے تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بلومبرگ نیوز کے ساتھ انٹرویو میں، راجن نے کہا کہ ہندوستان کو پائیدار بنیادوں پر 8 فیصد کی شرح نمو حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

انھوں نے ایسے مطالعات کا بھی حوالہ دیا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی اسکول کے بچوں کی سیکھنے کی صلاحیت میں کووڈ-19 وبائی امراض کے بعد 2012 سے پہلے کی سطح تک گرا ہے اور یہ درجہ تین کے صرف 20.5 فیصد طلبہ درجہ دوم کا متن پڑھ سکتے ہیں۔ مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان خواندگی کی شرح کے معاملے میں ویتنام جیسے دوسرے ایشیائی ممالک سے پیچھے ہے۔ یہ اس قسم کی تعداد ہے جس سے ہمیں واقعی فکرمند ہونا چاہیے۔ انسانی سرمائے کی کمی کئی دہائیوں تک ہمارے ساتھ رہے گی۔ انھوں نے کہا کہ حکومت کی خواہش حقیقی ہے کہ وہ ایک عظیم قوم بنے لیکن یہ ایک الگ سوال ہے کیا وہ اس بات پر توجہ دیتے ہیں کہ اسے حاصل کرنے کے لیے کیا کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ ہم وقار کے منصوبوں پر زیادہ متوجہ ہو گئے ہیں جو کہ زیادہ عظیم قومی عزائم کا احساس دلاتے ہیں، جیسے چپ بنانا، جب کہ ان بنیادوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ایک پائیدار چپ کی صنعت سازی میں اپنا کردار ادا کریں گی۔

21واں سالانہ عرس شہید راہ مدینہ

21ویں سالانہ عرس شہید راہ مدینہ میں بڑی تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی۔ 15 رمضان المبارک منگل کی شب میں منعقد ہونے والے عرس میں مقررین نے مولانا انوار اشرف عرف مثنیٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر آپ کی حیات وخدمات پر مبنی سوانح حیات کا اجراء بھی عمل میں آیا۔

مفتی منظر حسن اشرفی نے کہا کہ "حضور مثنیٰ میاں نے عروس البلاد میں ایک قائد، ایک پیر اور ایک قومی رہنما کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ آپ نے تعلیم کے میدان میں قوم کی ترقی کے لیے کوشش کی۔ آپ کا بارعب چہرہ دیکھ کر کتنے لوگ گناہوں سے دور ہو گئے اور آپ کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔"

مولانا مختار الحسن نے کہا کہ "حضرت مثنیٰ میاں جیسی شخصیت صدیوں میں جنم لیتی ہے۔ آپ کی ذات دینی اور عصری علوم کا حسین سنگم تھی۔ آپ نے قوم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دینے کے ساتھ عملی کوشش فرمائی۔"

جامعہ حنفیہ بستی کے مہتمم مولانا مقصود احمد نے بھی مثنیٰ میاں کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔ معروف شاعر نسیم حبیبی، قاری اشفاق احمد، اشہر بہرائچی، قاری قطب الدین اور قاری مشتاق احمد تیغی نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ عرس کا آغاز قاری نظام الدین کی تلاوت سے ہوا۔ مثنیٰ میاں کے صاحب زادے سید حسین اشرف نے سرپرستی کی جبکہ صدارت مولانا سید معین الدین اشرف عرف معین میاں (سجادہ نشین کچھوچھہ اور صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما) نے انجام دی اور آپ ہی کی رقت آمیز دعا پر عرس کی تقریبات ختم ہوئیں۔

اس موقع پر مثنیٰ میاں کے تمام صاحبزادگان سید علی اشرف، سید حسن اشرف اور سید حسین اشرف وغیرہ موجود تھے۔ نظامت کے فرائض مولانا عبدالرحیم نے انجام دیے۔

21ویں سالانہ عرس کی تقریبات میں مولانا مقصود علی خان، الحاج محمد سعید نوری، مولانا ابرار احمد خان، مولانا عبدالجبار ماہر القادری اور دیگر علما وائمہ کے علاوہ بڑی تعداد میں علما، سیاسی لیڈران میں محمد عارف نسیم خان، سچن بھاؤ اہیر، اروند ساونت (ایم پی)، راہل نارویکر (اسپیکر)، جیتندر اوہاڑ، ملند دیورا، ورشا گائیکواڑ، وارث پٹھان، سنجے دینا پاٹل، سمیر بھجبل، جگد میکا پال، امین پٹیل اور بھائی جگتاپ وغیرہ شریک ہوئے۔ تقریباً ۴؍ ہزار مہمانوں کیلئے سحری کا انتظام کیا گیا۔ عرس کی تقریبات شب میں ۱۰؍ بجے کے بعد سے سحری کے ختم تک جاری رہیں۔

فلسطینیوں کو اُن کے وطن کے حق سے محروم کردیا گیا: وزیر خارجہ ایس جے شنکر

وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے 27 مارچ کو کہا کہ غزہ پر اسرائیلی جنگ کے جواب میں اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ فلسطینی عوام کو اپنے وطن کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ جے شنکر، جو ملائیشیا کے دورے پر تھے، نے کہا کہ "اگرچہ حماس کا 7 اکتوبر کو اسرائیل پر حملہ دہشت گردی تھا لیکن اس کے جواب میں انسانی قانون کو مدنظر رکھا جانا چاہئے۔" ملائیشیا میں ہندوستانی کمیونٹی کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے وزیر خارجہ نے کہا کہ "ہر ملک کے پاس اپنا جواز ہے اور ہر شخص کا اپنا ردعمل ہے لیکن بین الاقوامی انسانی قانون کو مدنظر رکھنا ہر ملک اور فرد کی ذمہ داری ہے۔"

انھوں نے مزید کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کے حقوق اور غلطیاں کچھ بھی ہوں، بنیادی مسئلہ فلسطینیوں کے حقوق کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں ان کے وطن سے محروم کر دیا گیا ہے۔" اکتوبر سے اسرائیل، غزہ پر مسلسل فضائی اور زمینی حملے کر رہا ہے۔ الجزیرہ کے مطابق، حملوں میں تقریباً 33 ہزار افراد جاں بحق، جن میں 13 ہزار سے زائد بچے ہیں ہوئے ہیں جبکہ 75 ہزار افراد زخمی ہیں۔

ہندوستان کا موقف 2014 سے قبل تک ہندوستان ہمیشہ ہی سے فلسطین حامی رہا ہے اور اس نے "دو ریاستی حل" کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اب بھی ہندوستان دو ریاستی حل پر زور دے رہا ہے۔ اسرائیل حماس جنگ شروع ہونے کے بعد وزارت خارجہ کے ترجمان ارندم باغچی نے 12 اکتوبر کو کہا تھا کہ "ہندوستان نے ہمیشہ فلسطین کی ایک خود مختار اور قابل عمل ریاست کے قیام کے لیے محفوظ اور تسلیم شدہ سرحدوں کے اندر رہتے ہوئے، امن کے ساتھ براہ راست مذاکرات کی بحالی کی وکالت کی ہے۔" یاد رہے کہ نومبر میں ہندوستان نے فلسطین میں اسرائیلی بستیوں کی مذمت کرنے والی اقوام متحدہ کی قرارداد کے حق میں ووٹ دیا تھا۔

بزم سخن

ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے

اہلِ ایماں کہیں الوداع الوداع ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
دے کے ہم کو خدا کی خصوصی عطا ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے

کس قدر اس مہینے کا احسان ہے اس میں نازل ہوا رب کا قرآن ہے
وقتِ افطار و سحری میں بھی دیکھ لو کھانے پینے میں نعمت کا فیضان ہے
جھولیاں ہم غریبوں کی بھرتا ہوا ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
نارِ دوزخ کے شعلے ابھی ہیں بجھے باغِ جنّت کے در ہیں ابھی بھی کھلے
مانگ لو چاہتے ہو جو رمضان میں رب کی رحمت یہی ہر کسی سے کہے
بخشوا لو گنہ گارو اپنی خطا ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
کیا پتہ پھر رہے نہ رہے زندگی دل سے کرتے رہو رب کی تم بندگی
سنتِ مصطفیٰ کے ہی سائے تلے آرزوؤں کی کھل جائے گی ہر کلی
حسرتوں کی کلی کو کھلاتا ہوا ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
آہ غفلت سے روزہ نہیں رکھ سکے ہائے کوئی عبادت نہیں کر سکے
رب نے نازل کیا ہے جو رمضان میں کچھ بھی اس کی تلاوت نہیں کر سکے
رحمتوں برکتوں بخششوں سے بھرا ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
ماہِ رمضاں کا جلوہ مبارک تمہیں مغفرت کا ہو عشرہ مبارک تمہیں
بانٹتا ہے خدا ہر گھڑی ہر پہر وہ محمد کا صدقہ مبارک تمہیں
بھر لو دامن سبھی سے یہ کہتا ہُوا، ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے
اُف یہ تشنہ لبی کی قسم مومنو! سب پہ رب کا ہے فیض و کرم مومنو!
جامِ کوثر کا پیالہ ملے گا قمرؔ کھا کے کہتا ہوں میں یہ قسم مومنو!
روزہ داروں کو دے کر بہشتی ہَوا، ماہِ رمضاں چلا دیکھتے دیکھتے

از: قمر جیلانی خاں

رسولِ خدا سے مانگ

علم و عمل کی بھیک رسولِ خدا سے مانگ
سرمایۂ خلوص و ادب مصطفیٰ سے مانگ

وہ رب کہ جس نے رکھّی ہے بنیاد نعت کی
توفیقِ نعت گوئی اسی کبریا سے مانگ

ذوقِ نظر، طہارتِ فکر و قلم، شعور
عشق و وفا و عاجزی خیر الوریٰ سے مانگ

پھیلا نہ اپنا ہاتھ تونگر کے سامنے!!
جس چیز کی طلب ہے شہِ دوسرا سے مانگ

توفیقِ خیر، رشد و ہدایت کی روشنی
اس عصرِ نَو کے تار میں نور الہدیٰ سے مانگ

دربارِ مصطفیٰ سے زمانہ ہے فیضیاب
جو مانگنا ہے منبعِ لطف و عطا سے

پیشِ نظر "حدائقِ بخشش" رہے طفیلؔ
اسلوبِ نعت حضرتِ احمد رضاؔ سے مانگ

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

APRIL 2024

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN